جماعت کے احکام ومسائل

مسجد کسی کی ملک نہیں ہے، اس میں نماز درست ہے:

سوال: جو محلّہ والے مسجد محلّہ کو اپنی ملکیت سمجھتے ہوں، اس مسجد میں نماز پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب

مسجد کسی کی ملک نہیں ہوتی، (۱) اور کسی کے سمجھنے سے اس میں کچھ تغیر نہیں ہوتا، (۲) پس نماز اس میں صحیح ہے اور ثواب مسجد کا حاصل ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۹/۴)

ناجائز کمائی کی بنائی ہوئی مسجد میں نماز:

سوال: ایک رنڈی نے بعد نکاح اپنے شوہر کو روپیہ دیا، اس نے اس روپیہ سے مسجد بنوائی، اس مسجد میں نماز جائز ہے، یا تنہا گھر میں نماز پڑھے؟

الجواب

اس مسجد میں نماز ہوجاتی ہے اور گھر میں تنہا نماز پڑھنے سے، جماعت کے ساتھ، اس مسجد میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔(۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷۵/۳)

---

(۱) ﴿إِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ﴾(سورة الجن: ۱۸)

(ویزول ملكه عن المسجد والمصلى)بالفعل و(بقوله جعلته مسجداً)عند الثانی (وشرط محمد رحمه اللّٰه)والإمام رحمه اللّٰه الصلاة فيه بجماعة وقيل:يكفی واحد وجعله فی الخانية ظاهرالرواية.(الدرالمختارعلٰی هامش ردالمحتار، كتاب الوقف،مطلب فی أحكام المسجد:۳/ ۵۱۰ ـ ۵۱۱،ظفيرغفراللّٰه ذنوبه الخفی والجلی)

(۲) وعندهما:حبس العين علٰی حكم ملك اللّٰه تعالٰی علٰی وجه تعودمنفعته إلی العباد فيلزم ولايباع ولايوهب ولايورث،كذا فی الهداية. (الفتاوٰی الهندية: ۲/ ۲۵۰)(الباب الأول فی تعريف الوقف وركنه وسببه،انيس)

ثم قوله:(لم يجزبيعه ولاتمليكه) هوبإجماع الفقهاء...(... أما امتناع التمليك) فلمابينا فی قوله عليه السلام: تصدق بأصلها ولايباع ولايورث ولايوهب.(فتح القدير،كتاب الوقف:۶/ ۲۰۰،دارالفكر.انيس)

(۳) عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم يقول:تفضل صلاة الجميع صلاة أحدكم وحده بخمس وعشرين جزءاً.(صحيح البخاری،باب فضل صلاة الفجر فی جماعة (ح:۶۴۸)/سنن الترمذی،باب ماجاء فی فضل الجماعة (ح:۲۱۵)انيس)

==

غیر آباد مسجد میں نماز کا حکم:

سوال: جس مسجد میں جماعت ہوتی ہے، اس میں نماز پڑھنا افضل ہے، یا جس مسجد میں جماعت نہیں ہوتی؟ اس میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر اس غیر آباد مسجد میں جا کر اذان وتکبیر سے اپنی الگ نماز پڑھ لے تو بہتر ہے، (۱) امید ہے کہ اس کی وجہ سے وہاں جماعت ہونے لگے۔ فقط (تالیفات رشیدیہ: ۳۰۰)

شہر کی غیر آباد مسجد میں اذان ونماز:

سوال: ایک مسجد جنگل میں لب دریا واقع ہے اور وہ مسجد غیر آباد ہے، اس میں نہ کوئی نماز پڑھتا ہے، اگر کوئی شخص شہر، یا کسی بستی سے اس میں جا کر رہے اور پانچوں اذان وتکبیر کہہ کر نماز پڑھے تو اس کو جماعت کا ثواب ملے گا، یا نہیں؟ اور اس کے حق میں اس مسجد میں اکیلے نماز پڑھنا بہتر ہے، یا ترکِ جماعت کی وجہ سے گناہ ہوگا؟

الجواب

اس مسجد میں اذان واقامت کہہ کر تنہا نماز پڑھنے میں بھی جماعت کا ثواب حاصل ہوتا ہے اور اس مسجد ویران کا آباد کرنا بعض وجوہ سے افضل ہے، (۲) اور اس کی کچھ تفصیل کتب فقہ میں مسطور ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۳/۳)

== عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صلاة الرجل في جماعة تضعف علىٰ صلاته في بيته وفي سوقه خمسا وعشرين ضعفا. (صحيح البخاري، باب فضل صلاة الجماعة (ح: ٦٤٧) انيس)

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: صلاة الجماعة أفضل من صلاة أحدكم وحده بخمسة وعشرين جزءاً. (موطأ الإمام مالک رواية أبي مصعب الزهري، باب ماجاء في فضل صلاة الجماعة (ح: ٣٢٣) / مسند الشافعي، ومن كتاب الإمامة: ٥٢/١، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(١) وإن لم يكن لمسجد منزله مؤذن فإنه يذهب إليه ويؤذن فيه ويصلي وإن كان واحداً... مؤذن مسجد لايحضر مسجده أحد، قالوا: هو يؤذن ويقيم ويصلي وحده. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ٥٥٥/١، دار الفكر بيروت. انيس)

(٢) ﴿إنما يعمر مساجد الله من آمن بالله واليوم الآخر وأقام الصلاة وآتى الزكوٰة ولم يخش إلا الله فعسىٰ أولئک أن يكونوا من المهتدين﴾ (سورة التوبة: ١٨، انيس)

(٣) مؤذن مسجد لايحضر مسجده أحد، قالوا: هو يؤذن ويقيم ويصلي وحده وذاک أحب من أن يصلي في مسجد آخر. (رد المحتار، باب الإمامة: ٥٢١/١، ظفير)

جامع مسجد میں نماز پنجگانہ افضل ہے، یا مسجد محلّہ اور جامع مسجد کی فضیلت جمعہ کے ساتھ مختص ہے، یا عام:

سوال: جامع مسجد میں پنجوقتی نماز باجماعت پڑھنا افضل ہے، یا محلّہ کی مسجد میں پڑھنا باجماعت افضل ہے؟

(۲) اور یہ فضیلت مختص بہ صلوٰۃ جمعہ ہے؟

(۳) یا عام ہے؟

الجواب

(۱) محلّہ کی مسجد میں۔

(۲) ہاں غیر اہل محلّہ کے لیے۔(۱)

(۳) ہاں اہل محلّہ کے لیے۔فقط

۶ر رمضان ۱۳۳۰ھ (تتمہ اولیٰ، ص:۴۲) (امدادالفتاویٰ جدید: ۱/۴۱۶)

جنگل میں نماز پڑھنے کی فضیلت تنہا کے لیے ہے، یا جماعت کے لیے:

سوال: جنگل میں نماز پڑھنے کی جو بڑی فضیلت آئی ہے تو تنہا کی ہے، یا جماعت سے؟ اور یہ ظاہر ہے کہ جنگل میں جماعت بہت دشوار ہے؟

الجواب

جنگل میں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے، (۲) اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسجدوں سے زیادہ اس میں فضیلت ہے، حدیث شریف سے مساجد کا خیر البقاع ہونا ثابت ہے؛ (۳) بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ جب کوئی شخص جنگل میں ہو اور

---

(۱) جامع مسجد کی فضیلت نماز جمعہ کے ساتھ خاص ہے لیکن جامع مسجد کے محلّہ کے لوگوں کے لئے عام ہے؛ یعنی ان کے لئے پنجوقتہ نمازیں جامع مسجد ہی میں افضل ہیں؛ کیوں کہ وہ ان کے محلّہ کی مسجد ہے۔سعید

(۲) عن سلمان الفارسی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم إذا کان الرجل بأرض فئ فحانت الصلاۃ فلیتوضأ فإن لم یجد ماءً فلیتیمم فإن أقام صلّٰی معه ملکان وإن أذن وأقام صلّٰی خلفه من جند. {رواہ عبد الرزاق} (إعلاء السنن: ۴/۱۷۴) مصنف عبد الرزاق: ۱/۵۱۰-۵۱۱، مصنف ابن أبی شیبة: ۲/۳۵۷-۳۵۸ میں یہ روایت مختصراً اور موقوفاً آئی ہے، البتہ حاشیہ میں تفصیل میں فرق اور دوسرے مآخذ کا بھی تذکرہ ہے اور رفع ووقف کے ساتھ سند کی قوت کا بھی۔تلخیص الکبیر: ۱/۲۰۵-۲۰۶ میں بھی اس کے طرق ومآخذ کا تذکرہ ہے اور نسائی کی سنن کبریٰ کا بھی ذکر ہے۔انیس

(۳) فقال: شر البقاع أسواقها وخیر البقاع مساجدها. (مشکوۃ، باب المساجد، ص: ۷۱، ظفیر) (الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۷۴۱، انیس)

==

وقت نماز کا آگیا ہوتو وہیں نماز پڑھ لے، اگر چند آدمی ہیں، جماعت کرلیں، اگر ایک ہے، تنہا پڑھے، ہر طرح فضیلت حاصل ہے۔ شامی میں ہے:

وروی فی الخبر: أن من صلی علیٰ هیئة الجماعة: أی بأذان وإقامة ولو کان منفرداً صلت بصلاته صفوف الملئکة، إلخ. (ردالمحتار، فصل فی القراءة)

(قوله: منفرداً) لأنه إن أذن وأقام صلی خلفه من جنود اللّٰه مالایری طرفاه {رواه عبدالرزاق}(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۴۷۳)

☆ ☆ ☆

== عن عبداللّٰه بن عمر قال: جاء رجل إلی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال: یا رسول اللّٰه! أی البقاع خیر؟ فقال: لا أدری، قال: فأی البقاع شر؟ فقال: لا أدری، فأتاه جبریل فقال: سل ربک، فقال جبریل: ما نسأله عن شیء فانتفض انتفاضة کاد أن یصعق منهما محمد صلی اللّٰه علیه وسلم فلما صعد جبریل قال اللّٰه تعالیٰ: سألک محمد أی البقاع خیر؟ فقلت: لا أدری وسألک: أی البقاع شر، فقلت: لاأدری، قال: فقال: نعم، قال: فحدثه أن خیر البقاع المساجد وأن شر البقاع الأسواق. (المستدرک للحاکم: ۹/۲، دارالکتب العلمیة بیروت (ح: ۲۱۴۹) انیس)

(۱) ردالمحتار، باب الأذان: ۳۶۶/۱، ظفیر (کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل فی القراءة، انیس)

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا

امام کو قعدہ میں پا کر دوسری مسجد میں نماز کے لئے جانا:

سوال: ایک شخص مسجد میں آیا، حالت جماعت میں جب تک وضو کیا، امام نماز ختم کر کے قعدہ میں تھا، وہ شریک قعدہ نہیں ہوا، دوسری مسجد میں پوری جماعت کے واسطے چلا گیا، لہذا اس مسجد سے نکلنے کا شریک جماعت نہ ہونے سے گناہ گار ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

اس نماز کو چھوڑ کر دوسری جگہ جانا گناہ ہے، گویا اعراض کیا صلوٰۃ سے، لہٰذا اس صلوٰۃ میں شریک ہونا چاہیے کہ صورت اعراض نہ ہو۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ: ۲۹۸-۲۹۹)

جس مسجد میں کوئی نہ آئے، کیا مؤذن اذان پکار کر جماعت کے لیے دوسری مسجد جا سکتا ہے:

سوال: ایک شخص مسجد میں مؤذن ملازم ہے، اس مسجد میں کوئی نمازی نہیں آتا، عموماً مؤذن کو تنہا نماز پڑھنی پڑتی ہے، کیا وہ مؤذن اپنی مسجد میں اذان کہنے کے بعد دوسری مسجد میں جا کر شریک جماعت ہوسکتا ہے؟

الجواب

اذان کہہ کر اسی مسجد میں اس کو نماز پڑھنی چاہیے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۳)

(۱) عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إذا جئتم إلى الصلاة ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شيئاً ومن أدرك الركعة فقد أدرك الصلاة. (سنن أبي داؤد، باب في الرجل يدرك الإمام ساجدا كيف يصنع (ح: ۸۹۳)/صحيح ابن خزيمة، باب إدراك المأموم الإمام ساجداً (ح: ۱۶۲۲)/المستدرك للحاكم، ومن كتاب الإمامة وصلاة الجماعة (ح: ۷۸۳)/جامع الأصول، النوع الثالث في المسبوق: ۶۲۹/۵، مكتبة الحلواني، انيس)

(۲) بل في الخانية: لولم يكن لمسجد منزله مؤذن فإنه يذهب إليه و يؤذن فيه ويصلي ولوكان وحده لأن له حقاً عليه فهو يؤديه. (ردالمحتار، باب مايفسد الصلاة، إلخ، مطلب في أحكام المسجد: ۶۱۷/۱، ظفير مفتاحي) (كتاب الصلاة، مطلب في أفضل المساجد، انيس)

مسجد کو چھوڑ کر دوسری جگہ نماز پڑھنا درست نہیں:

سوال: درچنیں حمام کہ چہار سو دراں دخان میباشد دراں نماز خواندن جائز است، یا نہ؟ مثلاً بالائے حمام خانقاہ باشد دراں نماز ادا کردن چیست از مسجد سابقہ کہ صرف پانزدہ قدم مسافت دارد دراں مسجد کسے نماز ادا نمی کند؛ بلکہ از مدت نماز معطل نہادند چہ حکم است؟(۱)

الجواب

مسجد را معطل داشتن وویران کردن جائز نیست، اگرچہ نماز در خانقاہ کہ فوق حمام است ادا کردن جائز است ولیکن مسجد را گذاشتہ دراں خانقاہ نماز ادا کردن خوب نیست، مسجد محلّہ را آباد کردن بر اہل محلّہ مستحق است، شناعت ایں فعل کہ مسجد را ترک کنند وقریب حمام کہ مجمع دخان است نماز ادا کنند و بلاضرورت التزام ایں فعل کنند بر کسے مخفی نیست۔(۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/٦۷)

اذان کہہ کر لوگ نہ آئیں تو مؤذن کس مسجد میں نماز پڑھے:

سوال: خالی مسجد میں اذان کہہ کر بعد انتظار علاحدہ نماز پڑھ لے تو ثواب جماعت کا ہوگا، یا نہیں؟ یا کسی اور مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھ لے؟

الجواب

جس مسجد میں اذان کہی ہے، اسی میں نماز پڑھنی چاہیے، دوسری مسجد میں نہ جاوے۔(۳) فقط (تالیفات رشیدیہ:۳۰۰)

(۱) خلاصہ سوال: ایسے حمام میں جہاں چاروں طرف دھواں ہی دھواں ہو، نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ مثلاً حمام کے اوپر خانقاہ ہو، اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے، سابق مسجد جو صرف پندرہ قدم کی مسافت پر ہے، اس مسجد میں کوئی نماز نہیں پڑھتا ہے؛ بلکہ ایک زمانے سے لوگ اس کو چھوڑے ہوئے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ انیس

(۲) (خلاصۂ جواب: مسجد کو معطل رکھنا اور ویران کرنا جائز نہیں ہے، گرچہ خانقاہ میں نماز پڑھنا جو حمام کے اوپر ہے، جائز ہے؛ لیکن مسجد کو چھوڑ کر خانقاہ میں نماز پڑھنا کوئی اچھا کام نہیں ہے، محلّہ کی مسجد کو آباد کرنا اہل محلّہ پر ضروری ہے، یہ فعل کہ مسجد کو چھوڑ دیں اور حمام کے قریب جو کہ دھواں کا مقام ہے نماز پڑھیں اور بلاضرورت اس کا التزام کریں، اس کی شناعت وقباحت کسی پر پوشیدہ نہیں ہے۔ انیس

ثم الأقرب، إلخ، ومسجد حيه أفضل من الجامع. (الدر المختار)

بل في الخانية: لو لم يكن لمسجد منزله مؤذن فإنه يذهب إليه ويؤذن فيه ويصلي ولو كان وحده لأن له حقاً عليه فيؤديه. (ردالمحتار، مطلب في أحكام المسجد: ٦١٧/١، ظفير (كتاب الصلاة، مطلب في أفضل المساجد، انيس)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليصل أحدكم في مسجده ولا يتتبع المساجد. (المعجم الأوسط، من إسمه أحمد: ٢٣٢/٥، دارالحرمين (ح: ٥١٧٦)/المعجم الكبير (ح: ١٣٣٧٣) انيس)

وقال الهيثمي في المجمع: ٢٣/٢-٢٤: رجاله موثقون. (جمع الفوائد: ٢١٠/١، دار ابن حزم بيروت، انيس)

(٣) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا جئتم ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شيئاً ومن أدرك ركعة فقد أدرك الصلاة. (المستدرك للحاكم، ومن كتاب الإمامة وصلاة الجماعة (ح: ٧٨٣) انيس)

گھڑی کے ذریعہ جماعت کا وقت مقرر کرنا

جماعت کے لیے گھنٹوں سے وقت مقرر کر لینے کا حکم:

سوال: مسئلہ چند مسلمان یہ تجویز کر لیں کہ نمازِ ظہر کے بعد نواخت دو گھنٹے دو پہر کے ہوگی، یا نماز عشا کے بعد نواخت آٹھ گھنٹے رات کے ہوگی تو باعتبار نواخت گھنٹوں کے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

وقت مقرر کر لینا مستحب وقت میں درست ہے،(۱) نواخت گھنٹہ سے وقت کی تحدید ہے، شرع میں چاند سورج کے سایہ سے تحدید ہے، یہ بھی تحدید ساعات سے ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ فقط (تالیفات رشیدیہ: ۲۵۷)

شناخت اوقات نماز گھڑی کے ذریعہ:

سوال: دیکھا جاتا ہے کہ شناخت اوقات نماز کے لیے آج کل گھڑی کا رکھنا اکثر لوگوں نے لازمی کر لیا ہے، گھڑی رکھنا کیسا؟ اور احکامات شرعی میں سے گھڑی کا رکھنا کس حکم میں داخل ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

فی نفسہ مباح اور معین طاعت بننے کی نیت سے موجب اجر، بشرطیکہ اور کوئی امر مانع نہ ہو، جیسے کیس کا چاندی، یا سونے کا ہونا۔ (۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۱۵۷)

پابندی اوقات مقررہ قوم برائے نماز:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مساجد میں نماز کے واسطے وقت کا مقرر کرنا اور اس وقت مقررہ پر نماز کا پڑھنا، یا پڑھانا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

(۱-۲) عن جابر بن عبداللّٰہ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لبلال: یا بلال! إذا أذنت فترسل فی أذانک وإذا أقمت فاحدر واجعل بین أذانک وإقامتک قدر ما یفرغ الآکل من أکلہ والشارب من شربہ والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجتہ ولا تقوموا حتی ترونی. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی الترسل فی الأذان (ح: ۱۹۵) انیس)

الجواب

عن أبی هریر ة رضـی الـلّٰـه عـنـه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: ”إذااشتد الحرفأبردوا بالصّلاة فإن شدة الحرمن فیح جهنم“. {رواه البخاری}(۱)

وعـن رافـع بـن خـدیـج قـال: کـنـا نصلی العصرمع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ثم تنحر الجزورفتقسم عشرقسم ثم تطبخ فنأکل لحمًا نضیجًا قبل مغیب الشمس“. {متفق علیه}(۲)

وعـن الـنـعـمان بن بشیررضی اللّٰه عنه. قال: أنا أعلم بوقت هذه الصلاة صلاة العشاء الآخرة کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یصلیها لسقوط القمرلثالثة. {رواه أبوداؤد}(۳)

عن أبی هریر ة قـال: سـمـعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: لو لا أن أشق علی أمتی لأمرتهم بالسواک عند کل صلاة ولأخرت العشاء الآخرة إلی ثلث اللیل. {رواه الدارمی}(۴)

وعـن رافـع بـن خـدیـج رضـی الـلّٰـه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: ”أسفروابالفجر، فإنه أعظم للأجر“. {رواه الترمذی}(۵)

وعـن أبی سعید. رضی اللّٰه عنه. قال: ”صلینا مع رسـول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم“. (الحدیث)

(۱) صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب الإبراد بالظهرفی شدة الحر(ح: ٥٣٦)ص: ١١٢، بیت الأفکار) الصحیح لمسلم، کتاب المساجد، باب: استحباب الإبراد بالظهرفی شدة الحرلمن یمضی إلٰی جماعة ویناله الحر طریقه (ح: ٦١٥)ص: ٢٤٤، بیت الأفکار)/ سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب فی وقت صلاة الظهر (ح: ٤٠٢) ص: ٤٠٨)/ سنن الترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی تاخیر الظهرفی شدة الحر (ح: ١٥٧)ص: ٤٦، بیت الأفکار)/ سنن النسائی، کتاب الصلاة، الإبراد بالظهرإذا اشتدالحر (ح: ٤٩٩) ٢٧٠/١، دارالمعرفة بیروت)/ سنن ابن ماجة، کتاب الصلاة، باب الإبراد بالظهرفی شدة الحر (ح: ٦٧٧)ص: ٦٨٩، بیت الأفکار)/ المؤطا بروایة الثمانیة، کتاب وقوت الصلاة (ح: ٢٨-٣٢) (٢١٥/١)انیس)

(۲) کتاب الصلاة، باب تعجیل الصلوات، الفصل الثالث (ح: ٥٩٦)ص: ١٩٠، المکتب الإسلامی، انیس

(۳) کتاب الصلاة، باب فی وقت العشاء الآخرة (ح: ٤١٩) ص: ٧٠، بیت الأفکار، انیس

(۴) کتاب الصلاة، باب: ینزل اللّٰه إلی السماء الدنیا (ح: ١٥٢٥) ٩٣١/٢، دارالمغنی، انیس

(۵) کتاب الصلاة، باب ماجاء فی الإسفاربالفجر(ح: ١٥٤)ص: ٤٦، بیت الأفکار/ سنن النسائی، کتاب مواقیت الصلاة، باب الإسفار (ح: ٥٤٨) ٢٩٤/١، دارالمعرفة، بیروت، انیس

عـن رافـع بن خدیج، أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: أسفروا بصلاة الصبح، فإنه أعظم للأجر. (مسند أبی داؤد الطیالسی، وما أسند عن رافع بن خدیج (ح: ١٠٠١) ٢٦٤/٢، انیس)

عـن رافـع بـن خـدیـج، أن الـنـبـی صـلـی الـلّٰـه عـلـیـه وسلم قال: أسفروابالصبح، فإن ذلک أعظم لأجورکم أوقال: للأجر. (مسند الشافعی، کتاب الصلاة، باب الإسفاربالصبح (ح: ١٣٣) ٢١٨/١، انیس)

عـن زیـدبن أسلم أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: أسفروا بصلاة الصبح فهوأعظم للأجر. (المصنف لعبد الرزاق، کتاب الصلاة، باب وقت الصبح (ح: ٢١٨٢) ٥٧٣/١، انیس)

وفيه: قال صلى اللّٰه عليه وسلم: "ولولاضعف الضعيف وسقم السقيم لأخرت هٰذه الصلاة". {رواه أبوداؤد والنسائی}(۱)

وعن أم سلمة. رضى اللّٰه عنها. قالت: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أشد تعجيلاً للظهر منكم، وأنتم أشد تعجيلاً للعصر منه". {رواه أحمد والترمذی}(۳)

وعن أنس. رضى اللّٰه عنه. قال: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا كان الحر أبرد بالصلاة وإذا كان البرد عجّل". {رواه النسائی}(۱)

---

(۱) سنن أبی داؤد، كتاب الصلاة، باب فی وقت العشاء الآخرة (ح: ٤٢٢) ص: ٧٠، بيت الأفكار، انيس

عن أبی سعيد الخدری، قال: صلى بنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم صلاة المغرب، ثم لم يخرج إلينا حتٰى ذهب شطر الليل، فخرج فصلٰى بهم ثم قال: إن الناس قد صلوا وناموا وأنتم لم تزالوا فی صلاة ما انتظرتم الصلاة، ولولاضعف الضعيف وسقم السقيم لأمرت بهٰذه الصلاة أن تؤخر إلٰى شطر الليل. (سنن النسائی، كتاب مواقيت الصلاة، آخر وقت العشاء (ح: ٥٣٧) ٢٨٩/١، دار المعرفة، بيروت، انيس)

عن جابر بن عبداللّٰه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لولاضعف الضعيف وسقم السقيم لأخرت صلاة العشاء. (سنن النسائی، كتاب الصلاة، باب وقت العشاء الآخرة (ح: ٢١٢٥) ٥٥٩/١، انيس)

عن جابر قال: خرج النبی صلى اللّٰه عليه وسلم ذات ليلة وأصحابه ينتظرونه لصلاة العشاء الآخرة، فقال: نام الناس ورقدوا وأنتم تنظرون الصلاة، أما إنكم فی صلاة ما انتظرتموها، ولولاضعف الضعيف، وكبر الكبير لأخرت هٰذه الصلاة إلٰى شطر الليل. (مصنف ابن أبی شيبة، كتاب الصلاة، باب من قال من انتظر الصلاة فهو فی الصلاة (ح: ٤٠٦٣) ٣٥٣/٤، شركة دار القبلة، انيس)

عن أبی سعيد قال: انتظرنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ليلة صلاة العشاء، حتٰى ذهب نحو من شطر الليل، قال: فجاء فصلى بنا، ثم قال: خذوا مقاعدكم، فإن الناس قد أخذوا مضاجعهم، وإنكم لن تزالوا فی صلاة منذ انتظرتموها، ولولاضعف الضعيف وسقم السقيم، وحاجة ذی الحاجة، لأخرت هٰذه الصلاة إلٰى شطر الليل. (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أبی سعيد الخدری رضی اللّٰه عنه (ح: ١١٠١٥) ٥٨/١٧، مؤسسة الرسالة، انيس)

(۳) مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث أم سلمة زوج النبی صلى اللّٰه عليه وسلم (ح: ٢٦٦٤٧) ٢٥٤/٤٤، مؤسسة الرسالة/ سنن الترمذی، كتاب الصلاة، باب ماجاء فی تاخير صلاة العصر (ح: ١٦١) ص: ٤٧، بيت الأفكار، انيس

عن منصور عن إبراهيم قال: كان من قبلكم أشد تعجيلاً للظهر وأشد تأخيراً للعصر منكم. (المصنف لعبد الرزاق، كتاب الصلاة، باب المواقيت (ح: ٢٠٤٢) ٥٤٠/١/ مصنف ابن أبی شيبة، كتاب الصلاة، باب من كان يصلی الظهر إذ زالت الشمس ولايبرد (ح: ٣٢٦٩) ٢٨٥/٤، شركة دار القبلة/ المعجم الكبير للطبرانی، عبداللّٰه بن أبی مليكة، عن أم سلمة (ح: ٦٠١) ٢٧٨/٢٣، مكتبة ابن تيمية/ شرح السنة للبغوی، كتاب الصلاة، باب تعجيل العصر (ح: ٣٦٧) ٢١١/٢، المكتب الإسلامی، انيس)

(۴) سنن النسائی، باب الإبراد إذا اشتد الحر (ح: ٤٩٩) ص: ٢٧٠، دار المعرفة بيروت، انيس ==

وابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ قال: کان قدر صلاۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الظہر فی الصیف ثلٰثۃ أقدام إلٰی خمسۃ أقدام وفی الشتاء خمسۃ أقدام إلٰی سبعۃ أقدام. {رواہ أبوداؤد والنسائی}(۱)

ان روایات سے چند امور مستفاد ہوئے:

اول: باوجود وسیع ہونے اوقات صلٰوۃ کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اکثر اوقات معینہ پر نماز پڑھنے کا تھا اور اس کے خلاف کسی عارض سے ہوتا تھا۔ دوم: مدار تعیین فضل وقت اور مقتدیوں کے حال کی رعایت تھا۔ سوم: صحابہ میں بھی اسی طرح تعیین معمول بہ تھی۔ پس اب جو مساجد میں تعیین ہوتی ہے، اس کا محصّل (حاصل شدہ، خلاصہ، ماحصل) یہی ہے، جو روایات مذکورہ سے مستفاد ہوا۔ رہا گھنٹہ گھڑی؛ یعنی انضباط اوقات سے کام لینا، سو وہ خود مقصود نہیں؛ بلکہ مقصود اوقات مخصوصہ ہیں اور وہ محض شناخت اوقات کا ایک آلہ ہے، جو سہولت کے لیے معتبر سمجھا جاتا ہے، جیسا کہ بعض اوقات تحری قلب کو معیار قرار دیتے ہیں۔ اصل میں گھنٹہ گھڑی تحری قلب میں معین ومعاون ہے۔ پس یہ طریقہ متعارف بلا تکلف وبلا تردد جائز؛ بلکہ مستحسن وموافق سنّت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

۲۹/صفر ۱۳۳۴ھ (امداد: ۱/۷۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۱۵۴-۱۵۶)

== عن أبی ذر، قال أذن مؤذن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالظہر فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "أبرد أبرد" أو قال: "انتظر انتظر". وقال: إن شدۃ الحر من فیح جہنم، فإذا اشتد الحر فأبردوا عن الصلاۃ. (الصحیح لمسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الإبراد بالظہر فی شدۃ الحر لمن یمضی إلٰی جماعۃ وینالہ الحر فی طریقہ (ح: ٦١٦) ص: ٢٤٥، بیت الأفکار، انیس)

عن أبی ہریرۃ، أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: إذا کان الحر فأبردوا عن الصلاۃ، فإن شدۃ الحر من فیح جہنم، وذکر أن النار اشتکت إلٰی ربہا، فأذن لہا فی کل عام بنفسین، نفس فی الشتاء ونفس فی الصیف.

قال محمد: وبہٰذا نأخذ، نبرد بصلاۃ الظہر فی الصیف، ونصلی فی العشاء حین تزول الشمس، وہو قول أبی حنیفۃ. (مؤطا الإمام مالک بروایۃ محمد بن حسن الشیبانی، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی شدۃ الحر (ح: ١٨٣) ص: ٧٥، القاہرۃ)/ مسند الإمام أحمد بن حنبل، تتمۃ مسند أبی ہریرۃ رضی اللّٰہ عنہ (ح: ٩٩٥٥) ٣٨/١٦)/ صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، کتاب الصلاۃ، باب مواقیت الصلاۃ، ذکر العلۃ التی من أجلہا أمر بالإبراد بالظہر فی شدۃ الحر (ح: ١٥١٠) ٣٧٧/٤، مؤسسۃ الرسالۃ، انیس)

(۱) سنن النسائی، کتاب مواقیت الصلاۃ، آخر وقت الظہر (ح: ٥٠٢) ٢٧١/١، دار المعرفۃ بیروت/ سنن أبی داؤد، باب فی وقت صلاۃ الظہر (ح: ٤٠٠) ١١٠/١، المکتبۃ العصریۃ صیدا بیروت/ المعجم الکبیر للطبرانی، باب (ح: ١٠٢٠٤) ١٣٠/١٠، مکتبۃ ابن تیمیۃ القاہرۃ/ السنن الکبریٰ للنسائی، أبواب مواقیت الصلاۃ، الإبراد بالظہر (ح: ٥٠٢) ٢٧١/١، دار المعرفۃ، بیروت، انیس

حکم التزام اوقات صلوٰۃ بر گھڑی:

سوال: آج کل بعض مساجد میں گھڑی گھنٹے کی ایسی پابندی کی جاتی ہے کہ جہاں وقت مقرر کردہ وقت ہوا، اگر نمازی وضو کر رہے ہوں، نماز شروع کر دی جاتی ہے اور ان کا انتظار نہیں کیا جاتا اور اگر دو نمازی بھی آ جاتے ہیں تو وقت مقررہ ہوتے ہی امام کو کھڑا کر دیتے ہیں بغیر اور نمازیوں کے، آیا ایسی پابندی التزام مالا یلزم میں داخل ہے، یا نہیں؟ اور دوسروں کی حق تلفی ہوتی ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کچھ سویرے آ جاتے تھے تو نماز بھی سویرے ہو جاتی تھی اور اگر دیر میں آتے تو دیر سے؟

الجواب

یہ انتظام بمصلحت سہولت نمازیوں کے ہے اور غیر ممنوع ہے، انتظام ممنوع وہ ہے، جو دین بکسر دال، یا دین بفتحِ دال کے طور پر ہو، (۱) اور حدیث کا محمل وہ موقع ہے، جہاں عدم انتظام میں حرج نہ ہو۔ فقط

۲۳ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ (حوادث رابعہ، ص: ۲۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۱۵۶-۱۵۷)

مسجد میں جماعت کی نماز کے لیے وقت مقرر کرنا:

سوال: عام رواج ہے کہ مقررہ وقت گھڑیوں سے لیا جاتا ہے، کوئٹہ میں نماز ظہر کا وقت تین بجے ہے اور عصر کا وقت ساڑھے پانچ بجے ہے اور مغرب کا وقت آٹھ بج کر بیس منٹ کا ہے اور عشا کا وقت ۹ بج کر ۴۵ منٹ اور مسجد میں گھڑی موجود ہے، اگر مولوی صاحب سے کہا جاتا ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا تو مولوی صاحب جواب دیتے ہیں کہ وقت مقرر کرنے والا کافر ہے اور پیش امام سے کہنے والا کافر، جب ان سے سوال کیا گیا تو کہتے ہیں کہ ہم آل رسول ہیں، ابوطالب کے پوتے ہیں، ایسوں کو کوئی حق نہیں ہے، جو آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے، یا پیش امام سے کہے کہ نماز پڑھایئے، جس وقت امام کی خوشی ہو، نماز ادا کر سکتا ہے، اگر ان سے گھڑی دیکھ کر کہا جائے کہ مولانا صاحب نماز کا وقت ہو گیا ہے تو ان الفاظ کو بے ادبی سمجھتے ہیں اور مثلاً نماز کا وقت ۳ر بجے مقرر ہے، پچاس ساٹھ آدمی نماز کے واسطے بیٹھے ہیں، یکے بعد دیگرے آدمی آتے ہیں اور سنت ادا کرتے ہیں تو ان کی سنت کی وجہ سے فرض نماز ادا نہیں کر سکتے، یا ان کے واسطے ٹھہرنا چاہیے اور مولانا صاحب کو ۲۲ر روپے ماہوار تنخواہ صرف نماز ادا کرنے کی ملتی ہے تو تنخواہ مقرر

(۱) یعنی ہر ایسی نئی بات جس کی شریعت میں کچھ اصل نہ ہو اور اسے دین کا کام سمجھ کر کیا یا چھوڑا جائے تو وہ بدعت اور ممنوع ہے، اسی طرح کسی مباح فعل (غیر ضروری کام) کو دَین (قرضہ) کی طرح لازم اور ضروری سمجھ کر کرنا بھی ممنوع ہے اور نماز کے لئے اوقات مقررہ کی پابندی کو نہ دین (ثواب کا کام) سمجھا جاتا ہے، نہ دَین (لازم) سمجھا جاتا ہے؛ اس لئے ممنوع نہیں ہے۔

کر کے نماز پڑھانی جائز ہے کہ نہیں؟ اس مسجد میں نماز پڑھنے والے ملازمت پیشہ آتے ہیں، ان کو وقت کی بڑی پابندی ہوتی ہے اور مولانا صاحب کا یہ فرمان ہے کہ جس کی تم ملازمت کرتے ہو، اگر وہ تم کو نماز کی چھٹی نہ دے تو نوکری کرنی حرام ہے، نماز کی چھٹی ملتی ہے، مگر وقت کی پابندی نہیں ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

امام کا یہ کہنا کہ ''وقت مقرر کرنے والا کافر ہے اور امام سے یہ کہنے والا کہ وقت ہو گیا، کافر ہے اور امام کو حق ہے کہ جب چاہے نماز پڑھاوے اور اس سے نماز پڑھانے کو کہنا توہین ہے'' یہ سب باتیں غلط ہیں، امام کو چاہئے کہ نمازیوں کی آسانی کا لحاظ کرتے ہوئے وقت مقرر کرے اور مقررہ وقت پر نماز پڑھاوے، ورنہ خود گنہگار ہوگا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۶۵/۳-۶۶)

نمازیوں کی آسانی کے لیے جماعت کا وقت مقرر کرنا بہتر ہے:

سوال: امام مسجد اور مصلیوں نے باتفاق رائے اوقات نماز باجماعت مقرر کئے، زید نے ایک روز جھگڑا کیا اور امام سے کہا کہ تم وقت مقرر کرنے والے کون ہوتے ہو، اس کی ضرورت کیا ہے، ہم جس وقت چاہیں اس وقت تمہیں نماز پڑھانی ہوگی، ورنہ یہاں مار پیٹ ہوگی اور گردن پکڑ کر تمہیں مصلے پر کھڑا کروں گا اور نقشہ اوقات کو پھاڑ کر پھینک دوں گا، وغیرہ؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

بے شک زید نے امام اور جماعت کی توہین کی ہے، نماز و جماعت کا وقت مقرر کرنا آسانی اور کثرت جماعت کے خیال سے جائز اور اکثر بلاد اسلامیہ میں معمول ومتعارف ہے، اس پر اعتراض کرنا ناواقفیت ہے، زید کو توبہ کرنا اور امام سے معافی مانگنا لازم ہے اور جب اکثر جماعت تعیین وقت سے راضی ہے تو صرف ایک یا دو شخصوں کی ناراضی قابل اعتنا نہیں ہے۔(۱) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۷۰/۳-۷۱)

---

(۱) قال في التنویر وشرحه: (ویجلس بینهما) بقدر ما یحضر الملازمون مراعیًا لوقت النداء، إلخ. (باب الأذان: ۳۸۹/۱، ط: سعید کمپنی)

وفي الهندیة: "وینبغي أن یؤذن في أول الوقت ویقیم في وسطه حتی یفرغ المتوضي من وضوئه والمصلي من صلاته والمعتصر من قضاء حاجته. (الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في کلمات الأذان و الاقامة وکیفیتهما: ۵۷/۱، ط: ماجدیة، انیس)

گھڑیوں کے مقررہ وقت سے پہلے، یا بعد میں نماز پڑھنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علما دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد میں گھڑیوں کے لحاظ سے جو وقت مقرر ہوتا ہے، اس مقررہ وقت سے پہلے، یا بعد میں قوم کی اجازت سے نماز پڑھنا اور جماعت کرنا جائز ہے، یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: نامعلوم......)

الجواب

بلا اجازت اور با اجازت دونوں صورتوں میں جائز ہے،(۱) البتہ اوقات مقررہ کی رعایت چاہیے؛ تاکہ کسی کی جماعت فوت نہ ہو، نمازی حضرات جو وقت مقرر کرتے ہیں، وہ انتظامی امور میں سے ہے۔(۲) وھو الموفق

(فتاویٰ فریدیہ: ۱۴۳/۲)

جماعت کے لیے اوقاتِ صلوٰۃ کی تعیین:

سوال: نماز پنجگانہ کیلئے جماعت کا وقت مقرر کرنا جائز ہے، یا کہ نہیں؟ مثلاً بنگال میں ظہر کا وقت ۱۲/بجے سے پہلے شروع ہوجاتا ہے اور ۴/بجے کے بعد تک رہتا ہے؛ مگر جماعت کسی مسجد میں ساڑھے بارہ بجے، کسی مسجد میں ایک بجے، کسی مسجد میں ڈیڑھ بجے ہوتی ہے؛ مگر وقت مقرر ہر جماعت کا ہونا واجب کی طرح ضروری سمجھتے ہیں، اگر امام وقت مقررہ کی پابندی نہ کرے، تو ہٹادیا جاتا ہے۔

زید کہتا ہے کہ ساڑھے ۱۲/بجے یا ایک ڈیڑھ بجے کی قید لگانا، اس کو ضروری سمجھنا ناجائز وحرام ہے، اور ایسی قید والی جماعت میں شریک ہونا بھی ناجائز وحرام ہے، جب ۱۲/بجے سے لے کر ۴/بجے تک وقت رہتا ہے، تو اس درمیان میں جس وقت بھی جماعت کریں ہوسکتی ہے، یہ قید لگانے کا حکم کب نازل ہوا؟

الجواب　　حامدًا و مصليًا

نماز تو اس پورے وقت میں جب بھی کوئی پڑھے گا، ادا ہوجائے گی؛ مگر سب نمازیوں کی جماعت کی سہولت کے لیے وقت مقرر کرلینا حرام نہیں ہے،(۳) بعض آدمی شروع وقت میں آجائیں گے، ان کو دیر تک انتظار کرنا پڑے گا،

(۱) عن جابر بن سمرة قال كان مؤذن رسول الله صلى الله عليه وسلم يمهل فلايقيم حتى إذا رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم قد خرج أقام الصلاة حين يراه. (سنن الترمذي، باب ماجاء أن الإمام أحق بالإقامة (ح: ٢٠٢)/ المسند المستخرج على صحيح لمسلم لأبي نعيم، باب من أدرك ركعة من الصلاة فقد أدرك (ح: ١٣٤٧) انيس)

(۲) قال العلامة الحصكفي: (ويجلس بينهما) بقدر ما يحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب (إلا في المغرب). (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الأذان: ٢٨٧/١)

(۳) عن جابر بن عبد الله أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لبلال: اجعل بين أذانك ==

بعض آدمی اخیر وقت میں آویں گے، کبھی ایسا ہوگا کہ ان کو جماعت نہیں ملے گی، یہی حالت شروع میں تھی، تب اذان کا حکم ہوا کہ اس کو سن کر سب آجائیں اور کوئی جماعت سے نہ رہ جائے، اس وقت گھڑی نہیں تھی، اذان کی آواز سن کر آجاتے تھے، یہی حدیث پاک میں ارشاد ہے: ''اذان اور جماعت میں اتنا فصل رکھا جاوے کہ آدمی استنجا، طہارت وغیرہ سہولت سے کرلے؛ تاکہ جماعت فوت نہ ہو''۔(۱)

اس طرح تخمینی طور پر اوقات، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک وقت میں بھی مقرر تھے، بعض نمازوں کو اوّل وقت میں پڑھنا افضل قرار دیا گیا ہے، بعض میں کچھ تاخیر کی ترغیب ہے، موسم کی بھی رعایت کی گئی ہے۔

لہٰذا اوقاتِ نماز کی ایسی تعیین کو بے اصل کہنا بے اصل اور غلط ہے، جماعت کے انتظام واہتمام کی خاطر یہ تعیین کی جاتی ہے، یہ سمجھنا غلط ہے کہ اس تعیین کے خلاف کرنے سے نماز نہیں ہوتی۔(۲) امام کو وقت کی پابندی کرنا بھی اس انتظام کی سہولت کے لیے ہے، اگر اتفاقیہ کبھی کچھ تاخیر ہوجائے تو چشم پوشی کی جائے۔(۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۳۲۳-۳۲۵)

== واقامتک قدرما يفرغ الآكل من أكله والشارب من شربه والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته. {رواه الترمذى}(جامع الأصول: ۵/۲۹۲، انیس)

(۱) عن جابر رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال لبلال: ''يا بلال! إذا أذنت فترسل فى أذانك وإذا أقمت فاحدر واجعل بين أذانك وإقامتك قدرما يفرغ الأكل من أكله والشارب من شربه والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته ولا تقوموا حتىٰ تروني''. (سنن الترمذى، أبواب الصلاة، باب ماجاء فى الترسل فى الأذان: ۱/۴۸، سعيد)(رقم الحديث: ۱۹۵، انیس)

(ويجلس بينهما) بقدر مايحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب إلا فى المغرب. (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعيد)

ينبغي أن يؤذن فى أول الوقت ويقيم فى وسطه حتىٰ يفرغ المتوضيء من وضوئه، والمصلى من صلاته، والمعتصر من قضاء حاجته. (الفتاوىٰ الهندية، باب الأذان، الفصل الثانى فى كلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۷، رشيدية)

(۲) عن أبى ذر رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: أذن مؤذن النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم الظهر، فقال: ''أبرد أبرد'' أوقال: ''انتظر انتظر'' وقال: '' شدة الحر من فيح جهنم، فإذا اشتد الحر فأبردوا عن الصلاة '' حتىٰ رأينا فيء التلول''. (صحيح البخارى، كتاب مواقيت الصلاة، باب الإبراد بالظهر فى شدة الحر: ۱/۷۶، قديمى)(ح: ۵۳۵، انیس)

عن هشام عن أبيه أن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: ''كان النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم يصلى العصر والشمس لم تخرج من حجرتها''. (صحيح البخارى، باب وقت العصر: ۱/۷۷، قديمى) (ح: ۵۴۴، انیس)

وعن أم سلمة رضي اللّٰه عنها قالت: ''كنا نصلى مع النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم المغرب إذا توارت بالحجاب''. (صحيح البخارى، باب وقت المغرب: ۱/۷۹)(ح: ۵۶۱، انیس)

(۳) (ويجلس بينهما) بقدر ما يحضر الملازمون. (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعيد)

فجر کی جماعت طلوع سے آدھ گھنٹہ قبل مناسب ہے:

سوال: نماز فجر کی جماعت سورج نکلنے سے کتنے منٹ پہلے پڑھانی بہتر ہے؟ جو سست نمازیوں کی بھی جماعت میں شمولیت کا باعث بن سکے اور نماز میں نقص ہو جانے پر دوبارہ لوٹانے کا بھی وقت رہے، تفصیل سے آگاہی فرما کر بندگانِ خدا کو ممنون فرمائیں؟

الجواب

نماز فجر طلوع سے اتنا وقت پہلے شروع کی جائے کہ بصورتِ فساد نماز کو بطریق مسنون اطمینان کے ساتھ دوبارہ لوٹایا جا سکے،(۱) اس کے لیے طلوع سے تقریباً آدھا پون گھنٹہ قبل کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۰۱/۳)

موسم سرما میں صبح کی جماعت کب ہونی چاہیے:

سوال: سردی کے موسم میں جبکہ طلوع آفتاب ۷/بجکر ۱۵/منٹ پر ہوتا ہے، جماعت فجر کتنے بجے ہونی چاہیے؟ گھڑی گھنٹہ کے حساب سے تحریر فرمایئے؟

الجواب

جماعت فجر طلوع آفتاب سے آدھ گھنٹہ پہلے ہو جائے تو یہ اچھا ہے اور اسفار خوب ہو جاتا ہے، مثلاً: آج کل کہ طلوع آفتاب قریب سوا سات بجے کے ہوتا ہے، اگر پونے سات بجے جماعت فجر کی جائے تو عمدہ ہے، باقی وقت فجر کا صبح صادق ہونے سے آفتاب کے نکلنے سے پہلے پہلے ہے، جب تک گنجائش نماز اور جماعت کی رہے، تاخیر کرنا درست ہے اور اس درمیان میں جس وقت نماز پڑھ لے، اچھا ہے؛ مگر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں اسفار؛ یعنی خوب

(۱) عن محمود بن لبيد عن رجال من قومه من الأنصار أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ما أسفرتم بالفجر فإنه أعظم بالأجر. (سنن النسائي، الإسفار (ح: ٥٤٩): ٢٧٢/١، ط: حلب/السنن الكبرىٰ للنسائي (ح: ١٥٣١)/ المعجم الكبير للطبراني، محمود بن لبيد الأنصاري عن رافع بن خديج (ح: ٤٢٩٤)، انيس)

وعند النسائي بسند صحيح قال: ما أسفرتم بالفجر فإنه أعظم للأجر، الخ. (نصب الرأية، باب المواقيت: ٢٣٨/١، مؤسسة الريان بيروت، انيس)

(۲) (والمستحب) للرجل (الابتداء) في الفجر (بإسفار والختم به) هو المختار بحيث يرتل أربعين آيةً ثم يعيده بطهارة لو فسد. والحاصل أن حد الإسفار أن يمكنه إعادة الطهارة ولو من حدث أكبر كما في النهر والقهستاني وإعادة الصلاة على الحالة الأولىٰ قبل الشمس. (الدر المختار مع رد المحتار: ٣٦٦/١) (كتاب الصلاة، مطلب في طلوع الشمس من مغربها، انيس)

روشنی ہو جاوے،(۱) کوئی تحدید خاص گھنٹہ اور منٹ سے کرنا ضروری نہیں۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۲۶)

خبروں کے لیے جماعت کے وقت کی تبدیلی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علما دین اس مسئلہ میں کہ چند دنوں سے نماز عشا ۸ بجے رات ہو رہی تھی، گزشتہ شب ایک صاحب نے عشا کے فرضوں کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا، چوں کہ آج کل ہنگامی حالات ہیں اور خبریں ریڈیو کی ۸ بجے رات ہوتی ہیں، نماز عشا پونے آٹھ بجے رات ہونی چاہیے، کافی نمازیوں نے تائید فرمائی؛ لیکن ایک شخص نے یہ کہا کہ جو شرع کہتی ہے، اس طرح اور اس وقت نماز عشا ادا کی جائے، اس کی تائید ایک صاحب نے فرمائی ہے۔

لہٰذا عرض یہ ہے کہ آپ فتویٰ دیں، آیا عشا کی نماز آٹھ بجے رات حسب سابق ادا کی جانی چاہیے، یا پونے آٹھ بجے رات ادا کرنی چاہیے؟

الجواب

نمازیوں کی کثرت کا اعتبار کیا جائے، اگر سوا آٹھ بجے پڑھنے کی صورت میں کافی لوگ جماعت میں شریک ہوتے

---

(۱) جب نماز جماعت سے پڑھے۔

عن رافع بن خديج رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: اسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر. {رواه الترمذى وأبوداؤد والنسائى}(جامع الأصول: ٢٥٢/٥-٢٥٣)(مصنف ابن أبى شيبة، من كان ينور بها ويسفر ولا يرى به بأسا (ح: ٣٢٤٢)/مسند الإمام أحمد، مسند رافع بن خديج (ح: ١٧٢٨٦)/سنن الترمذى، باب ماجاء فى الإسفار بالفجر (ح: ١٥٤)/الآحاد والمثانى، رافع بن خديج يكنى أبا عبد الله (ح: ٢٠٩٠)/السنن الكبرىٰ للنسائى، الإسفار بالصبح (ح: ١٥٤٢)/شرح معانى الآثار، باب الوقت الذى يصلى فيه الفجر أى وقت هو (ح: ١٠٦٦)/صحيح ابن حبان، ذكر لفظة تعلق بها من جهل صناعة الحديث (ح: ١٤٩٠)/المعجم الأوسط، ذكر من اسمه هاشم (ح: ٩٢٨٩)/المعجم الكبير، محمود بن لبيد الأنصارى عن رافع بن خديج (ح: ٤٢٨٣)/مسند أبى حنيفة برواية أبى نعيم، أبو حنيفة عن محمد بن إسحاق صاحب المغازى: ٤١/١، مكتبة الكوثر الرياض/شرح السنة للبغوى، باب تعجيل صلاة الفجر (ح: ٣٥٤)/سنن أبى داؤد، باب وقت الصبح (ح: ٤٢٤)/بلفظ: أصبحوا بالصبح فإنه أعظم لأجوركم.) وقال الترمذى: هٰذاحديث حسن صحيح، وعده السيوطى و المناوى الكتانى من المتوارث، انيس)

(۲) فى الدر المختار: (والمستحب) للرجل (الابتداء) فى الفجر (بإسفار والختم به) وهو المختار.

وقال فى رد المحتار: قوله: (بإسفار) أى فى وقت ظهور النور وانكشاف الظلمة، سمىٰ به؛ لأنه يسفر: أى يكشف عن الأشياء ... والحاصل أن حد الإسفار أن يمكنه إعادة الطهارة ولومن حدث أكبر ... وإعادة الصلاة على الحالة الأولىٰ قبل طلوع الشمس: ٣٣٩/١ (كتاب الصلاة، مطلب فى طلوع الشمس من مغربها، انيس)

(ويستحب الإسفار بالفجر). (مختصر القدورى على صدر التصحيح والترجيح، كتاب الصلاة: ١٥٥، دار الكتب العلمية، انيس)

اور آٹھ بجے پڑھنے کی وجہ سے کم لوگ تو سوا آٹھ بجے ادا کرنی ہی بہتر ہے،؛ کیوں کہ تکثیر جماعت بدیں صورت کہ اس میں کوئی دوسری شرعی قباحت نہ ہو، شرعاً مقصود ہے،(۱) بہر حال اس میں زیادہ نزاع پیدا نہ کیا جائے۔

وقت میں کافی گنجائش ہے، ساڑھے سات بجے بھی ہوسکتی ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان۔(فتاویٰ مفتی محمود:۲/۸۷۸،۸۷۹)

امام کا اپنی مرضی سے وقت نماز مقرر کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اوقات نماز بہ لحاظ موسم جو متغیر و تبدیل ہوتے رہتے ہیں، یہ سنت ہے، یا فرض؟

نیز جو امام مسجد صرف اپنے مفاد کی خاطر ظہر اور عصر کا ٹائم اپنی مرضی سے متعین کریں، وہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ مسئلہ واضح ہے اور سب کو معلوم ہے کہ نمازوں کے اوقات شرعاً موسع ہیں، ان میں تنگی نہیں ہے، جس وقت بھی وقت مستحب کے اندر نماز پڑھیں صحیح ہے اور استحباب تاخیر و تعجیل بھی کتب فقہ میں مفصلاً مذکور ہے۔(۳)

---

(۱) عن أبی بن کعب عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: صلاتک مع الرجل أزکٰی من صلاتک وحدک وصلاتک مع الرجلین أزکٰی من صلاتک مع الرجل وماکثرت فھو أحب إلٰی اللّٰہ عزوجل.{أخرجه الحاکم}(إعلاء السنن: ۳۴/۲.قال الحاکم یعد ما سردله أسانید کثیرۃ: وقد حکم أئمة الحدیث لھٰذاالحدیث بالصحة)/المستدرک للحاکم، أما حدیث عبد الرحمن بن مهدی (ح: ۹۰۴)/المنتخب من مسند عبد بن حمید،حدیث أبی بن کعب (ح:۱۷۳)/المعجم الأوسط،من اسمه عبدالرحمن (ح: ۴۷۷۴)/مسند الشامیین،ابن شوذب عن خالد بن میمون (ح:۱۳۰۴)/معرفة السنن والآثار،من کره إقامة الجماعة فی مسجد قد أقام فیه (ح:۵۶۳۳)انیس)

(۲) وکذا فی المبسوط للسرخسی:قال علیه الصلاۃ و السلام:صلاۃ الرجل مع اثنین خیر من صلاۃ وحده و صلاته مع،إلخ،وکلما کثرت الجماعة فھو عند اللّٰہ أفضل.(باب تکثیر الجماعة مندوب إلیه: ۴۰/۱،طبع إداراہ القرآن کراتشی،الباکستان)

وکذا فی المبسوط للسرخسی:وما یؤدی إلٰی تکثیر الجماعة فھو أفضل.(باب مواقیت الصلاۃ: ۲۹۵/۱، طبع مکتبه غفاریة کوئٹة)

وکذا فی فتح الملھم:أن أداء الصلاۃ فی أول الوقت أفضل إلاإذا تضمن التأخیر فضیلة لا تحصل بدونه کتکثیر الجماعة.(کتاب المساجد،باب استحباب التکبیر،بالصبح فی أول وقتھا،إلخ:۲۱۲/۲،مکتبة رشیدیة کوئٹة)

(۳) وفی حاشیة ابن عابدین:ووقت الظھر من زواله إلٰی بلوغ الظل مثلیه،سوٰی فیٔ الزوال وبه یفتٰی.(کتاب الصلاۃ،مطلب فی تعبده علیه السلام قبل البعثة: ۱۹/۲،طبع مکتبة رشیدیة، کوئٹة)

سردیوں اور گرمیوں میں ہر ایک موسم میں ظہر کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوکر دو مثل تک رہتا ہے اور زوال آفتاب تقریباً ساڑھے بارہ بجے ہوتا ہے، پس ظہر کا وقت ساڑھے بارہ سے تین بجے کے بعد تک رہتا ہے، جیٹھ اور ہاڑ میں اور بھی دیر تک رہے گا۔(۱)

مگر گرمیوں میں ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے، آج کل سوا دو بجے سے تین بجے تک سب اچھا وقت ہے، جس وقت چاہے نماز پڑھیں، جھگڑا کرنے کی کوئی بات نہیں ہے، اوقات کے تعین میں اپنے مفاد کو دخل نہیں دینا چاہیے۔(۲) واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود:۲/۸۷۸)

☆ ☆ ☆

(۱) وفی حاشة ابن عابدين: والمستحب تعجيل ظهر الشتاء. (كتاب الصلاة، مطلب فى طلوع الشمس: ٢/٣٥، طبع رشيدية، كوئٹة)

(و) ندب (تعجيل ظهر الشتاء) لما روينا. (النهر الفائق، كتاب الصلاة: ١/١٦٤، دار الكتب العلمية، انيس)

عن أنس بن مالک أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يصلى الظهر فى أيام الشتاء وما ندرى لما مضى من النهار أكثر أو ما بقى. (مسند الإمام أحمد، مسند أنس بن مالک رضى اللّٰه عنه (ح: ١٢٣٨٨) انيس)

عن أنس بن مالک قال: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا كان الحر أبرد بالصلاة وإذا كان البرد عجل. (السنن الكبرىٰ للنسائى، تعجيل الظهر فى البرد (ح: ١٤٩٧)/ سنن النسائى، تعجيل الظهر فى البرد (ح: ٤٩٩)/ الكنى والأسماء للدولابى (ح: ٩٣٢) انيس)

(٢) و فى حاشية ابن عابدين: وتأخير ظهر الصيف مطلقاً. (كتاب الصلاة، مطلب فى طلوع الشمس: ٢/٣٠، طبع رشيدية، كوئٹة)

(وظهر الصيف) أى يستحب تاخير الظهر فى الصيف لحديث أنس أنه عليه الصلاة والسلام كان إذا كان الحر أبرد بالصلاة وإذا كان البرد عجل، رواه النسائى والبخارى بمعناه، الخ. (تبيين الحقائق، الأوقات التى يستحب فيها الصلاة: ١/٨٣، بولاق، انيس)

وقت مقررہ سے جماعت کو مؤخر یا مقدم کرنا

نماز کو مقررہ وقت سے مؤخر کرنا:

سوال: ہمارے علاقہ کی مسجد میں جماعت کے اوقات مقرر ہیں؛ لیکن بعض اوقات امام صاحب وقت مقررہ سے تاخیر کر کے آتے ہیں، جس کی وجہ سے بعض لوگ دوسری مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے چلے جاتے ہیں، کیا نمازیوں کو مقررہ وقت سے تاخیر کر کے پڑھنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب

نمازوں کے لئے مقررشدہ اوقات حتمی نہیں؛ بلکہ نمازیوں کی سہولت کو مدِنظر رکھ کر مقرر کیے جاتے ہیں،(۱) اگر ان اوقات میں کچھ تقدیم وتاخیر ہوجائے، (بشرطیکہ مکروہ وقت داخل نہ ہو) تو کوئی حرج نہیں؛ تاہم اگر امام تنخواہ دار ہوتو دیگر دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے مقررہ وقت سے تاخیر کرنا کراہت سے خالی نہیں، اگر چہ بہتر یہی ہے کہ نماز مستحب وقت میں پڑھی جائے۔

قال الحصكفي رحمه الله:(ويجلس بينهما) بقدرمايحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب (إلا في المغرب).(الدرالمختار علٰى صدرردالمحتار، كتاب الصلاة،باب الأذان: ۳۸۹/۱)(۲)(فتاویٰ حقانیہ:۳۳/۳)

(۱) عن جابربن عبدالله رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لبلال:يا بلال! إذا أذنت فترسل فى أذانك وإذا أقمت فاحدر واجعل بين أذانك واقامتك قدرما يفرغ الآكل من أكله والشارب من شربه والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته ولا تقوموا حتى تروني.(سنن الترمذى،باب ماجاء فى الترسل فى الأذان (ح:۱۹۵)/ السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب ترسيل الأذان وحذم الإقامة (ح: ۲۰۰۸)/المنتخب من مسند عبد بن حميد،من مسند جابر بن عبدالله (ح:۱۰۰۸)انيس)

عن أبى بن كعب قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:يا بلال! اجعل بين أذانك إقامتك نفسا يفرغ الآكل من طعامه فى مهل،ويقضى المتوضىء حاجته فى مهل.(مسند الإمام أحمد،حديث المشائخ عن أبى بن كعب (ح: ۲۱۲۸۵)انيس)

(۲) وفى الهندية:وينتظر المؤذن الناس ويقيم للضعيف المستعجل ولاينتظررئيس المحلة وكبيرها،كذا فى معراج الدراية،ينبغى أن يؤذن فى أول الوقت ويقيم فى وسطه حتٰى يفرغ المتوضى من وضوئه والمصلى من صلاته والمعتصرمن قضاء حاجته،كذا فى التتارخانية.(الفتاوىٰ الهندية،باب الأذان: ۵۷/۱)(الباب الثانى:الأذان،الفصل الثانى فى كلمات الأذان والإقامة وكيفيتها،انيس)

جماعت کے وقت جنازہ آجائے تو کس کو مقدم کیا جائے:

سوال: فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشا کے مستحب وقت میں جنازہ آئے تو پہلے نماز کون سی گذارنی چاہیے؟

الجواب

مغرب کی نماز کا تو ہمیشہ یہی حکم ہے کہ پہلے مغرب کی نماز ادا کی جائے، پھر جنازے کی نماز پڑھی جائے، باقی نمازوں کا حکم یہ ہے کہ اگر وقت فرض کے لیے تنگ ہو، یا روزانہ جماعت کا مقررہ وقت ہوگیا تو ان دونوں صورتوں میں بھی پہلے فرض نماز ادا کی جائے،(۱) پھر جنازہ کی نماز؛ کیوں کہ فرض کی جماعت میں بہت سے افراد ایسے ہوتے ہیں، یا ہوسکتے ہیں، جو ضرورتمند اور کاروباری لوگ ہیں اور ان کی جنازے میں شرکت لازمی نہیں، جمعہ اور عیدین کی نمازیں بھی جنازے سے پہلے اسی غرض سے ادا کی جاتی ہیں کہ اس میں ایک جماعت عظیمہ شریک ہوتی ہے اور جنازے کی تقدیم کی صورت میں انتشار جماعت کا خوف ہے، ہاں! فجر اور ظہر عصر اور عشا کی نمازوں کی جماعت کے روزانہ مقررہ وقت سے پہلے جنازہ آجائے تو جنازے کی نماز پڑھ لی جائے، اس کے بعد مقررہ وقت پر جماعت فرض ادا کی جائے، اس صورت میں یہ لازم نہیں کہ فرض نماز ضرور پہلے ادا کی جائے؛ کیوں کہ وقت میں گنجائش ہے اور روزانہ مقررہ وقت سے پہلے فرض پڑھ لینے میں تفویت، یا تقلیل جماعت لازم آتی ہے، یا جنازے کی بلاوجہ تاخیر کرنی پڑے گی اور یہ سب مکروہ ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳/۶۷-۶۸)

---

(۱) عن نافع عن ابن عمر قال: يصلى على الجنازة بعد العصر وبعد الصبح إذا صليتا لوقتهما. (الموطا للإمام مالك برواية الإمام محمد، باب الصلاة على الميت والدعاء (ح:۳۱۳)/(جامع الأصول، ص: ۲۳۲، انیس)

قال محمد: وبهذا نأخذ، لا بأس بالصلاة على الجنازة في تينك الساعتين مالم تطلع الشمس أو تتغير الشمس بصفرة للمغيب وهو قول أبي حنيفة رحمه الله. (موطأ الإمام مالك برواية محمد: ۱/۱۱۱، المكتبة العلمية، انیس)

قلت: أرأيت الصلاة على الجنازة عند غروب الشمس أو عند طلوع الشمس أو نصف النهار هل تكره ذلك؟ قال: نعم، قلت: إن فعلوا وصلوا عليها هل عليهم أن يعيدوا الصلاة؟ قال: لا، قلت: أرأيت إن صلوا عليها بعد طلوع الشمس أو بعد العصر قبل أن تتغير الشمس؟ قال: لا أكره، ذلك وصلاتهم تامة. (الأصل المعروف بالمبسوط للشيباني، باب غسل الميت من الرجال والنساء: ۱/۴۲۹، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشي، انیس)

(۲) (وتقدم) صلاتها (على صلاة الجنازة إذا اجتمعا)؛ لأنه واجب عيناً والجنازة كفاية (و) تقدم (صلاة الجنازة على الخطبة) وعلى سنة المغرب وغيرها، إلخ؛ لكن في آخر أحكام دين الأشباه. ينبغي تقديم الجنازة والكسوف حتى على الفرض مالم يضق وقته، إلخ. (الدر المختار)

و في الشامية: ولو اجتمع عيد و كسوف وجنازة ينبغي تقديم الجنازة، وكذا لو اجتمعت مع فرض وجمعة ولم يخف خروج وقته، إلخ. (باب العيدين: ۲/۱۶۷، ط: سعيد كمپنی) (كتاب الصلاة، مطلب: الفقهاء قد يذكرون ما لايوجد عادة، انیس)

فرض نماز اور نماز جنازہ کا ایک وقت مقرر ہو تو کون سی مقدم پڑھی جائے گی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز ظہر اور نماز جنازہ کے لیے ایک وقت مقرر ہو چکا ہو تو فرض نماز کا پہلے پڑھنا تو ظاہر ہے؛ لیکن سنن پر مقدم پڑھی جائے گی، یا مؤخر؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: صوبیدار حمید گل گرگرہ کوہاٹ، ۱۹/۲/۱۹۹۱ء)

الجواب

جب نماز ظہر اور نماز جنازہ بیک وقت شروع ہونے والی ہوں، یا وقت تنگ ہو تو مفتیٰ بہ قول کی بنا پر سنن کو نماز جنازہ پر مقدم ادا کئے جائیں گے، **کما فی رد المحتار، باب العیدین.** (۱) **وھو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۱۶۶/۲)

مقرر وقت سے جماعت میں تاخیر:

سوال: مسجد میں نماز کے اوقات مقرر ہیں اور گھڑی بجنے پر فوراً جماعت کھڑی ہو جاتی ہے تو اگر مثلاً کسی مقتدی نے وقت سے کچھ پہلے سنتوں کی نیت باندھی اور فوراً گھڑی بج گئی تو وہ امام اس کا انتظار کرے، یا نہیں؟ اگر کرے تو ممکن ہے کہ دوسرا مقتدی بھی نیت باندھ لے، اس طرح تسلسل چلے گا، اس میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

یہ مسئلہ واضح ہے اور سب کو معلوم ہے کہ نمازوں کے اوقات شرعاً موسّع ہیں، ان میں تنگی نہیں ہے، جس وقت بھی وقت مستحب کے اندر نماز پڑھیں صحیح ہے اور استحباب تاخیر وتعجیل بھی کتب فقہ میں مفصلاً مذکور ہے کہ فلاں وقت کی

---

(۱) قال العلامة الحصكفي: (و) تقدم (صلاة الجنازة على الخطبة) وعلىٰ سنة المغرب وغيرها (كسنة الظهر والجمعة والعشاء) والعيد على الكسوف لكن في البحر قبيل الأذان عن الحلبي الفتوىٰ علىٰ تاخير الجنازة عن السنة، وأقره المصنف كأنه الحاق لها بالصلاة، لكن في آخر أحكام دين الأشباه ينبغي تقديم الجنازة والكسوف حتىٰ على الفرض مالم يضق وقته فتأمل. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، مطلب فيما يترجح تقديمه من صلاة عيد وجنازة إلخ: ۶۱۱/۱) (كتاب الصلاة، باب العيدين، انيس)

(قوله: ولم يمنع عن أداء الواجبات إلى آخره) وفي المجتبى: الأصل أن ما يتوقف وجوبه على فعله كالمنذور وقضاء التطوع الذي أفسده وركعتي الطواف وسجدة السهو ونحوها لا يجوز ومالا يتوقف عليه كسجدة التلاوة وصلاة الجنازة يجوز. (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، الأوقات التي يكره فيها الصلاة: ۸۶/۱، بولاق، انيس)

ولا تكره الصلاة على الجنازة بعد صلاة الفجر وبعد العصر قبل تغير الشمس لأن الكراهة في هذه الأوقات ليست لمعنى في الوقت فلا يظهر في حق الفرائض لما بينا فيما تقدم. (بدائع الصنائع، فصل في بيان من له ولاية الصلاة على الميت: ۳۱۷/۱، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

نماز میں تاخیر مستحب ہے اور فلاں میں تعجیل، اس کے بعد اگر انتظاماً کوئی وقت بغرض سہولت نمازیان وانتظام جماعت مقرر کرلیا جاوے تو اس میں شرعاً کوئی حرج اور تنگی نہیں ہے؛ لیکن یہ ضرور ہے کہ جو وقت بغرض انتظام وسہولت نمازیان مقرر کیا جاوے، اس کو ایسا حتمی اور لازمی نہ سمجھا جاوے کہ اس میں دو چار منٹ کی تقدیم وتاخیر کسی ضرورت سے بھی نہ کی جاوے؛ کیوں کہ یہ حکم شرعی نہیں ہے کہ فلاں منٹ اور گھنٹہ پر ضرور جماعت ہو، یہ امر اپنے مصالح اور نظام پر مبنی ہے۔(۱)

لہٰذا اگر کبھی ایسا ہو کہ کوئی صاحب سنتیں پڑھ رہے ہیں اور ان کی وجہ سے دو چار منٹ کی تاخیر کردی جائے تو اس میں کچھ محذور شرعی لازم نہیں آتا اور مقتدیوں کی رعایت شرعاً محمود وپسندیدہ ہے؛ لیکن نہ ایسی رعایت جس میں زیادہ لوگوں کا حرج ہو۔(۲)

الغرض ایسے امور میں، جو شرعاً ہر طرح موسّع ہیں، جیسی مصلحت اور مقتضائے انتظام ہو، اس کے موافق عمل کیا جاوے، شرعاً ہر طرح گنجائش ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۵۱-۵۲)

نماز فجر وقت مقررہ سے پہلے پڑھ لینے کا حکم:

سوال: شب قدر میں چند لوگوں نے شب بیداری کی ان لوگوں میں مقامی ایک مولانا بھی تھے، فجر کے وقت لوگ نیند سے بے تاب تھے اور نماز کے لیے مسجد میں مقررہ وقت سے بیس منٹ پہلے سے اس پر مصر تھے کہ مذکورہ مولانا

(۱) عن جابر بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لبلال: یا بلال! إذا أذنت فترسل فی أذانک وإذا أقمت فاحدر واجعل بین أذانک واقامتک قدرما یفرغ الآکل من أکلہ والشارب من شربہ والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجتہ ولا تقوموا حتی ترونی.(سنن الترمذی،باب ماجاء فی الترسل فی الأذان (ح:۱۹۵)/ السنن الکبریٰ للبیھقی، باب ترسیل الأذان وحذم الإقامۃ (ح: ۲۰۰۸)/المنتخب من مسند عبد بن حمید،من مسند جابر بن عبداللّٰہ (ح:۱۰۰۸)(جامع الأصول:۵/۲۹۲،انیس)

وینتظر المؤذن الناس ویقیم للضعیف المستعجل ولاینتظر رئیس المحلۃ وکبیرھا،کذافی معراج الدرایۃ، ینبغی أن یؤذن فی أول الوقت ویقیم فی وسطہ حتٰی یفرغ المتوضئ من وضوئہ والمصلی من صلاتہ والمعتصر من قضاء حاجتہ،کذا فی التتارخانیۃ.(الفتاویٰ الھندیۃ مصری،الباب الثانی فی الأذان،الفصل الثانی: ۱/۵۳،ظفیر)(الفصل الثانی فی کلمات الأذان وکیفیتھما،انیس)

(۲) رئیس المحلۃ لاینتظر مالم یکن شریرًا والوقت متسع.(الدرالمختارعلٰی ھامش رد المحتار:باب الأذان:۱/۴۰۰، دارالفکر بیروت،انیس)

ویجلس بینھما بقدرما یحضرالملازمون مراعیاً لوقت الندب إلا فی المغرب فیسکت قائماً ثلاث آیات.(الھندیۃ مصری،الباب الثانی فی الأذان،فصل ثانی: ۱/۳۶۲،ظفیر)(الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامۃ وکیفیتھما،انیس)

جماعت کرادیں، جب کہ امام صاحب وہاں اس وقت موجود نہیں تھے، جب لوگوں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو انہوں نے چار پانچ منٹ قبل جماعت کرادی، آیا یہ نماز ہوگی، یانہیں؟ نیز مذکورہ مولانا پر اس کا گناہ ہوگا، یانہیں؟ جب کہ امام اس بات پر مصر ہے کہ نماز کا اعادہ کرنا ہوگا، ان حالات کی روشنی میں، جیسے میں نے حالات تحریر کئے، کیا حکم ہے؟ نیز ایسا کوئی مبہم جواب نہ دیا جائے، جونزاع کا سبب بنے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں نماز سب کی ادا ہوگئی، دوہرانے کا حکم بالکل غلط ہے، (۱) البتہ وقت مقررہ سے قبل پڑھنا تھا تو اس کی اطلاع بعد عشا ہی کردینا چاہیے تھا اور بس نیز اس مسئلہ میں نزاع ہرگز نہ کی جائے، البتہ آئندہ احتیاط کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۹/۱۴۱۰ھ۔ الجواب صحیح: محمد ظفیر الدین غفرلہ، مفتی دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: کفیل الرحمٰن نشاط۔ (نظام الفتاویٰ، جلد پنجم، جزءاول: ۱۸-۱۹)

نماز کے وقت کا مقدم ومؤخر کرنا:

سوال: کچھ لوگ ہیں جو اپنے کاروبار کی وجہ سے مسجد میں نماز کا وقت ساڑھے آٹھ بجے کا رکھنا چاہتے ہیں کہ کاروبار میں بہت پریشانی ہوئی کہ جلدی جلدی وقت گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے، جب کہ مسجد میں نمازیوں کی تعداد میں

(۱) نماز کے لیے اول وآخر وقت کی صراحت سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علماء کرام کی تشریحات کے مطابق متعین ہے، باقی جماعت کے لیے کوئی ایک خاص وقت متعین کرنا نمازیوں کی آسانی کے پیش نظر ہے، جو کہ ایک مستحسن عمل ہے؛ تاکہ تمام مقتدیوں کی نماز جماعت کے ساتھ ادا ہوجائے، البتہ اس متعینہ وقت میں تقدیم وتاخیر جائز ہے، روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان و جماعت کے درمیان اتنی وقت رکھنی چاہئے، جس میں دوسرے انسانی ضروریات کی تکمیل ہوسکے۔

عن جابر بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لبلال: یا بلال! إذا أذنت فترسل فی أذانک وإذا أقمت فاحدر واجعل بین أذانک وإقامتک قدر ما یفرغ الآکل من أکلہ والشارب من شربہ والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجتہ ولا تقوموا حتی ترونی. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی الترسل فی الأذان (ح: ۱۹۵) / السنن الکبریٰ للبیهقی، باب ترسیل الأذان وحذم الإقامة (ح: ۲۰۰۸) / المنتخب من مسند عبد بن حمید، من مسند جابر بن عبداللّٰہ (ح: ۱۰۰۸) / انیس)

عن أبی بن کعب قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: یا بلال! اجعل بین أذانک إقامتک نفسا یفرغ الآکل من طعامه فی مهل، ویقضی المتوضیء حاجته فی مهل. (مسند الإمام أحمد، حدیث المشائخ عن أبی بن کعب (ح: ۲۱۲۸۵) انیس)

ینبغی أن یؤذن فی أول الوقت ویقیم فی وسطه حتی یفرغ المتوضیء من وضوئه، والمصلی من صلاته، والمعتصر من قضاء حاجته. (الفتاویٰ الهندیة، باب الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامة: ۵۷/۱، رشیدیة)

اضافہ ہونے کا بھی امکان نہیں ہے، حالاں کہ اس مسجد کی بغل میں ایک بڑی مسجد ہے، جہاں پر پندرہ منٹ پہلے نماز ہوتی ہے اور یہاں پر پندرہ منٹ بعد تو جن لوگوں کی نماز رہ جاتی ہے، وہ اس میں آ کر جماعت کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں تو ایسی صورت میں شریعت کا کیا مسئلہ ہے؟

هــو المصــوب

کثرت جماعت کا لحاظ کرتے ہوئے ذمہ داران مسجد اس نماز کے وقت میں جو وقت متعین کر دیں، سب کو اسی پر عمل کرنا چاہیے، صرف ذاتی مفاد کے لیے نماز کے وقت کو مقدم ومؤخر کرنا درست نہیں۔(۱)

تحریر: ساجد علی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۳۷-۳۳۸)

☆ ☆ ☆

(۱) قـال: سألت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم أی العمل أحب إلی اللّٰہ؟ قال: الصلاة علیٰ وقتها. (صحیح البخاری، کتـاب مواقیت الصلاة، باب فضل الصلاة لوقتها (ح: ٥٢٧)/ الـصحیح لمسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الإیمان باللّٰہ تعالیٰ أفضل الأعمال (ح: ٨٥)/ مسـند الإمام أحمد، مسند عبداللّٰہ بن مسعود (ح: ٣٨٩٠)/ سنن النسائی، فضل الصلاة لمواقیتها (ح: ٦١٠)/ معجم ابن عساکر، سهل بن محمد بن أحمد أبو العلاء (ح: ٤٨٢) انیس)

اذان اور جماعت کے درمیان فاصلہ

اذان مغرب کے بعد لوگوں کے انتظار کا حکم:

سوال: کیا مغرب کی اذان کے بعد مقتدیوں کا انتظار لازمی قرار دیا گیا ہے، یا نہیں؟ جب کہ مغرب کی اذان کے بعد وقفہ نہیں ہے تو پھر مقتدی کا انتظار کس شرط پر ہوگا، خواہ مقتدی موجود ہو، یا غیر موجود؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مستحب تو یہی ہے کہ مغرب کی اذان اور جماعت کے درمیان فاصلہ نہ ہو۔(۱)

درمختار میں ہے:

ویجلس بینهما... إلا فی المغرب.(۲۶۱/۱)(۲)

لیکن اگر کسی وجہ سے تمام مقتدی غیر حاضر ہوں تو ان کے لیے انتظار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ہاں کسی خاص مقتدی کا انتظار کرنا اس کی دنیاوی اور مادّی وجاہت کی وجہ سے درست نہیں، اسی طرح ایسی عادت بنا لینا جس سے اوقات کی پابندی باقی نہ رہے اور دیگر نمازیوں کے لیے موجب تکلیف ہو، صحیح نہیں۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی، ۱۲/۵/۱۴۱۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۷۳/۲)

(۱) عن مرثد بن عبداللّٰه قال: لما قدم علینا أبو أیوب غازیا وعقبة بن عامر یومئذ علی مصر فأخر المغرب فقام إلیه أبو أیوب فقال له: ما هذه الصلاة یا عقبة؟ فقال: شغلنا، قال: أما سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: لاتزال أمتی بخیر أوقال: علی الفطرة مالم یؤخروا المغرب إلٰی أن تشتبک النجوم. (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب فی وقت المغرب، ص: ۱۱۳، المکتبة العصریة صیدا بیروت (ح: ٤١٨)/ سنن ابن ماجة، کتاب الصلاة، باب وقت صلاة المغرب، ص: ۹۷ (ح: ٦٨٩)/ صحیح ابن خزیمة، باب التغلیظ فی تأخیر صلاة المغرب (ح: ٣٣٩)/ مسند البزار عن العباس (ح: ١٣٠٦)/ معجم ابن الأعرابی عن العباس، باب ی (ح: ٣٩٤) انیس)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب میں اذان وجماعت کے درمیان فاصلہ نہ رکھ کر جلدی پڑھنا مستحب ہے۔ انیس

(۲) باب الأذان، انیس

ویجلس بین الأذان والإقامة إلا فی المغرب. (الإختیار لتعلیل المختار، باب الأذان والإقامة: ٤٣/١، مطبعة الحلبی، انیس)

(۳) وینتظر المؤذن الناس ویقیم للضعیف المستعجل ولاینتظر رئیس المحلة وکبیرها، کذا فی معراج الدرایة. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الثانی فی الأذان: ٥٧/١)(الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامة وکیفیتها، انیس)

مغرب کی اذان وتکبیر میں فصل:

سوال: حسب معمول زید نے ایک روز مغرب کی اذان دی اور بعد اذان جس قدر مسلک حنفیہ میں توقف جائز ہے؛ یعنی اذان کے بعد کی دعا پڑھ کر تکبیر کہی اور امام صاحب اذان کے پہلے سے وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر نماز کے لیے تیار تھے، بعد تکبیر انہوں نے نماز پڑھائی؛ مگر امام صاحب کے خادم (جو کہ امام صاحب کا کھانا پکاتے ہیں اور بعض اسی قسم کے کام کیا کرتے ہیں) بکر و نیز دوسرے مصلّی جیسا کہ عام لوگوں کا قاعدہ ہے کہ اذان ہونے کے وقت آ کر وضو وغیرہ کرتے ہیں، بعد نماز بکر نے زید سے کہا کہ آپ لوگ ذرا سی بھی دیر نہیں ٹھہرتے، فوراً ہی نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں اور تکرار بھی کرنے لگے، حالاں کہ زید نے جائز توقف کے بعد تکبیر کہی تھی تو ان کے جواب میں زید اور ایک مصلی نے کہا: چونکہ اس وقت بہت کم وقت رہتا ہے؛ اس لیے نہیں ٹھہرنا چاہیے؛ لیکن وہ ایک عالم کے خادم ہیں، انہوں نے کسی کی نہ سنی اور حجت کرتے رہے، سوال یہ ہے کہ مغرب کی اذان وتکبیر کے درمیان کچھ تاخیر وفصل کرنا چاہیے، یا تعجیل ووصل کرنا چاہیے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان وتکبیر کے درمیان کوئی نماز کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے، یا نہیں؟

الجواب

أقول وباللّٰه التوفيق :

قال في الدر المختار: (وقبل) صلاة (مغرب) لكراهة تأخيره إلا يسيرًا، إلخ. (۱)

وفيه أيضاً: ويجلس بينهما بقدر ما يحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب (إلا في المغرب)، فيسكت قائماً قدر ثلٰث آيات قصار، ويكره الوصل إجماعاً، إلخ. (۲)

وفي الشامي: ويستحب التحول للاقامة إلٰى غير موضع الأذان وهو متفق عليه. (۳)

وأيضاً في الشامي: (قوله: وقبل صلاة مغرب) عليه أكثر أهل العلم، منهم أصحابنا ومالك وأحد الوجهين عن الشافعي، لما ثبت في الصحيحين وغيرهما مما يفيد أنه صلى الله عليه وسلم كان يواظب علٰى صلاة المغرب بأصحابه عقب الغروب ولقول ابن عمر رضي الله عنهما ما رأيت أحدًا علٰى عهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يصليهما، رواه أبو داؤد وسكت عنه والمنذري في مختصره وإسناده حسن روى محمد عن أبي حنيفة عن حماد أنه سئل إبراهيم

(۱) الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، كتاب الصلاة: ۱/ ۳٤۹، ظفير

(۲) رد المحتار، باب الأذان: ۱/ ۳٦۲، ظفير.

(۳) رد المحتار، باب الأذان: ۱/ ۳٦۲، ظفير (مطلب: في أول من بنٰى المنابر للأذان، انيس)

النخعي عن الصلاة قبل المغرب،قال:فنهى عنها وقال: إن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وأبابكر وعمر لم يكونوا يصلونها وقال القاضي أبوبكر بن العربي:اختلف الصحابة في ذلك ولم يفعله أحد بعدهم، فهٰذا يعارض ماروي من فعل الصحابة ومن أمره صلى اللّٰه عليه وسلم بصلاتهما؛لأنه إذا اتفق الناس على ترك العمل بالحديث المرفوع لايجوز العمل به؛لأنه دليل ضعفه على ما عرف في موضعه ولو كان ذلك مشتهراً بين الصحابة لما خفي على ابن عمر أو يحمل ذلك علىٰ أنه كان قبل الأمر بتعجيل المغرب،وتمامه في شرح المنية وغيرهما،إلخ.(۱)

ان روایات کتب فقہ سے معلوم ہوا کہ مغرب کی اذان وتکبیر کے درمیان کوئی نماز نہ پڑھنی چاہیے اور نیز معلوم ہوا کہ جس قدر وقفہ اذان کے بعد دعاء ماثورہ پڑھنے اور " تحول من موضع الأذان إلىٰ موضع الإقامة "میں ہوتا ہے،وہ کافی ہے اور وصل مکروہ کو رافع ہے اور ظاہر ہے کہ تین آیات قصار نصف منٹ سے بھی کم میں پڑھ سکتے ہیں۔

الغرض عبارات مذکورہ سے جملہ امور مستفسرہ کا جواب واضح ہوگیا۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/ ۳۷-۳۹)

اذانِ مغرب کے بعد نماز کتنی تاخیر سے ہونی چاہیے:

سوال: مغرب کی اذان کے بعد نماز میں کس قدر تاخیر مناسب ہے؟ بعض جگہ بہت ہی جلدی کرتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

اتنا وقفہ کرلینا چاہیے کہ مؤذن اذان سے فارغ ہوکر صف میں پہنچ جائے اور اذان کے بعد دعا بھی پوری ہوجائے،(۲) جب مؤذن موجود ہو تو بہتر ہے کہ وہی تکبیر کہے،یا دوسرے کو اجازت دے دے۔(۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۳/ ۵/ ۱۴۰۱ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۵/ ۳۴۳)

---

(۱) ردالمحتار،كتاب الصلاة: ۱/ ۳٤۹،ظفير (مطلب:يشترط العلم بدخول الوقت،انيس)

عن سلمة بن الأكوع أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يصلي المغرب إذا غربت الشمس وتوارت بالحجاب.(الصحيح لمسلم،باب بيان أن أول وقت المغرب عند غروب الشمس (ح:٦٣٦)/سنن الترمذي، باب ماجاء في وقت المغرب(ح: ١٦٤)/مسند الروياني، صفوان بن عيسىٰ عن يزيد بن أبي عبيد عن سلمة بن الأكوع (ح:١١٣٢)/جامع الأصول:٥/ ٢٣٢،انيس)

(۲) ويجلس بينهما بقدر مايحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب (إلافي المغرب)فيسكت قائماً ثلاث آيات قصار،و يكره الوصل إجماعاً.(الدر المختار،كتاب الصلاة، باب الأذان: ١/ ٣٨٩،سعيد)

(۳) "ومنها:أن من أذن فهو الذي يقيم ،وإن أقام غيره فإن كان يتأذى بذلك يكره،لأن اكتساب أذى المسلم مكروه،وإن كان لايتأذى به لايكره".(بدائع الصنائع،كتاب الصلاة،فصل فيما يرجع إلىٰ صفات المؤذن: ١/ ٦٤٨، دار الكتب العلمية،بيروت)

حکم فصل دراذان ونماز مغرب:

سوال: عرض خدمت عالی میں یہ ہے کہ جب حاضر خدمت ہوا تھا، میں نے ایک مسئلہ جناب سے دریافت کیا تھا، مگر اس وقت بوجہ تنگی وقت شافی جواب حاصل نہ کرسکا، آپ نے فرمایا بھی تھا کہ مسئلہ دیکھ کر بتاؤ، سو اس وقت میں نہ دیکھ سکا، بعد میں یہاں آکر وہ مسئلہ ہدایہ اولین میں دیکھا اور وہ مسئلہ یہ ہے، میں نے دریافت کیا تھا کہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضرت کے یہاں مغرب کی نماز میں بعد اذان کے کافی دیر ہوتی ہے، نیز مجھ کو بھی کئی مرتبہ یہ خیال ہوا تھا؛ مگر دریافت کرنے کا موقع نہ ملا تھا، امام اعظم صاحب رحمہ اللہ کا قول وفعل دونوں اسی پر تھا کہ وہ بعد اذان مغرب فوراً اقامت کرتے تھے اور یہ ہدایہ اولین باب الاذان میں ذکر کیا گیا ہے اور وہ عبارت یوں ہے:

"ويجلس بين الأذان والإقامة إلافي المغرب وهٰذا عند أبي حنيفة". (۱)

اور صفحہ: ۴۷، پر (یعقوب) سے روایت ہے، جو یوں ہے:

قال يعقوب: رأيت أبا حنيفة رحمه اللّٰه يؤذن في المغرب ويقيم ولايجلس بين الأذان و الإقامة.

اور اس سے زائد صریح (باب المواقیت) میں بیان کیا گیا ہے اور وہ قول امام شافعیؒ کا ہے، عبارت یہ ہے:

وقال الشافعي: مقدارما يصلي ثلٰث ركعات؛لأن جبرئيل عليه السلام أم في يومين في وقت واحد. (۲)

صرف صاحبینؒ خلاف ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ جلسۂ خفیفہ ہونا چاہیے، جیسے کہ خطبتین میں کیا جاتا ہے، اس کو بھی باب الاذان میں ذکر کیا ہے، اب جو کچھ اس کا حاصل ہو، اس سے متنبہ فرمائیں، میں اس کا جواب اپنے دل میں یوں دیا کرتا تھا کہ شاید یہ مسئلہ کہیں ہو کہ جب امام ایک مسجد میں مقرر ہو اور اس کو کسی وجہ سے مجبوری ہو، یا آنے میں دیر ہو تو اس کا انتظار کرنا چاہیے؛ مگر اس سے تشفی نہ ہوتی تھی، سو میں نے اس اشکال کو رفع کرنے کے لیے جناب سے استفسار کیا، امید ہے کہ آپ کے جواب سے کافی تشفی ہوجاوے گی؟

(۱) الهداية،باب المواقيت: ۷۲،مطبوعة عليمي دهلي
(۲) الهداية،باب المواقيت: ٦٤،مطبعة عليمي دهلي

وأول وقت المغرب إذا غابت الشمس لما روى جبريل عليه السلام صلى المغرب حين غابت وأفطر الصائم وليس لها إلا وقت واحد وهو بقدر ما يتطهر ويستر العورة ويؤذن ويقيم ويدخل فيها فإن الدخول عن هذا الوقت إثم لما روى ابن عباس أن جبريل عليه السلام صلى المغرب في المرة الأخيرة كما صلاها في المرة الأولى ولو كان لها وقت آخر لبين،كما بين في سائر الصلوات فإن دخل فيها في وقتها ففيه ثلاثة أوجه أحدها أن له أن يستديمها إلى غيبوبة الشفق لأن النبي صلى الله عليه وسلم قرأ الأعراف في صلاة المغرب والثاني لا يجوز أن يستديمها أكثر من قدر ثلاث ركعات لأن جبريل عليه السلام صلى ثلاث ركعات،الخ.(المجموع شرح المهذب، باب مواقيت الصلاة: ۲۸/۳،دارالفكر بيروت،انيس)

الجواب

روایات مندرجہ سوال سے صرف عمل ثابت ہوتا ہے، اس سے زائد تاخیر کی کراہت ثابت نہیں ہوتی، سو عمل استحباب پر بھی مبنی ہوسکتا ہے اور مقصود بالبحث کراہت ہے۔ سو درمختار وردالمحتار میں اس سے بھی تعرض ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ تاخیر مادون الرکعتین میں تو کراہت نہیں اور اس سے زائد اشتباک نجوم کے قبیل تک شرح منیہ کی تحقیق پر مباح اور بعض اقوال پر مکروہ تنزیہی اور اشتباک کے بعد تحریمی، روایات یہ ہیں:

فی الدر المختار: والمستحب(إلیٰ قوله) وتعجیل(مغرب مطلقاً) وتاخیره قدر رکعتین یکره تنزیهًا.

فی رد المحتار: أفاد أن المراد بالتعجیل أن لایفصل بین الأذان والإقامة بغیر جلسة أوسكتة على الخلاف، وأن مافی القنیة من استثناء التأخیر القلیل محمول علىٰ ما دون الرکعتین وأن الزائد علی القلیل إلیٰ اشتباک النجوم مکروه تنزیهًا، ومابعده تحریماً إلابعذر کما مرقال فی شرح المنیة: والذی اقتضته الأخبار کراهة التأخیر إلیٰ ظهور النجوم وما قبله مسکوت عنه، فهو علی الإباحة وإن کان المستحب التعجیل، آه، نحوه ما قدمناه عن الحلیة. (۱)

اور عذر میں کراہت بھی نہیں اور یہاں انتظارِ امام میں تاخیر دو رکعت سے کم ہوتی ہے وہ بھی احیاناً، نہ استمراراً اعتیاداً اور اگر مادون سے قدرے زائد بھی فرض کی جاوے تو ایک تحقیق پر مباح ہے اور قول کراہت تنزیہی پر عذر نافی کراہت ہے اور عذر کی مثال فقہا نے اکل وسفر سے دی ہے اور حصر کی کوئی دلیل نہیں اور امام کے لیے وضو اور قوم کے لیے انتظار امام راتب خصوص اگر وہ حاضر ہو، اکل سے قوی عذر ہے۔ واللہ اعلم

۲ر محرم ۱۳۵۳ھ (النور، ۹ر ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱۸۲/۱-۱۸۴)

اذان اور جماعت میں کتنا فرق ہونا چاہیے:

سوال: اذان جماعت سے کس قدر پیشتر ہونی چاہیے اور انتظار مصلیوں کا کہاں تک ہے؟ موافق طریقہ سنت اور فتویٰ شرعی کے جواب مرحمت ہو؟

الجواب

اذان جماعت سے اس قدر پہلے ہونا ضروری ہے کہ پیشاب پاخانہ والا اپنی حاجت سے فارغ ہوکر وضو کرکے آسکے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد اذان کے اتنی تاخیر کو ارشاد فرمایا ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ: ۲۵۹)

---

(۱) كتاب الصلاة، مطلب فی طلوع الشمس من مغربها: ۲۹/۲، دار الكتب العلمية، انيس

(۲) عن جابر بن عبدالله رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لبلال: یا بلال! إذا أذنت ==

نمازِ مغرب میں افطار کی وجہ سے تاخیر کی گنجائش ہے، یا نہیں:

سوال: بوقت افطار لوگوں کی لائی ہوئی افطاری کھا کر نماز مغرب ادا کرتے ہیں، ایک شخص اس پر معترض ہے کہ بعد نماز کے کھاؤ؛ مگر اذان ہوتے ہی صرف چھوہارے سے روزہ افطار کر کے فوراً نماز کو کھڑے ہو جاؤ اور وہ شخص ناراض ہو کر جماعت مغرب علاحدہ کرتا ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

افطاری کی وجہ سے نماز مغرب میں کچھ دیر کرنا جائز ہے، اس میں کچھ حرج نہیں ہے، اطمینان سے روزہ افطار کر کے اور پانی پی کر اور کچھ کھا کر جو موجود ہو نماز پڑھنی چاہیے۔

پس جو شخص اس تاخیر معمولی کی وجہ سے ناراض ہوا اور علاحدہ نماز پڑھنے لگا، اس نے خطا کی، اس کو چاہیے کہ جماعت میں شریک ہو اور اس تاخیر کو جو بوجہ افطار کرنے روزہ کے ہے، خلافِ شرع نہ سمجھے، (جب وقت میں گنجائش ہے اور ایک ضروری امر کی وجہ سے ذرا دیر کی جاتی ہے تو اس میں قطعاً کوئی مضائقہ نہیں۔

ووقت المغرب إلٰی غیبوبة الشفق. (الفتاویٰ الهندیة کشوری، أوقات الصلاة: ۴۹/۱)(۱)

عن أبی أیوب قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: لاتزال أمتی بخیر أو قال: علی الفطرة، مالم یؤخروا المغرب إلٰی أن تشتبک النجوم. {رواه أبوداؤد}(مشکٰوة، باب تعجیل الصلاة، الفصل الثانی، ص: ۶۱)(۲)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جب تک ستارے زیادہ تعداد میں آسمان پر نکل کر نہ پھیل جائیں، تاخیر میں کوئی مضائقہ نہیں۔

== فترسل فی أذانک وإذا أقمت فاحدر واجعل بین أذانک وإقامتک قدرما یفرغ الآکل من أکله والشارب من شربه والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته ولا تقوموا حتی ترونی. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی الترسل فی الأذان (ح: ۱۹۵)/ السنن الکبریٰ للبیهقی، باب ترسیل الأذان وحذم الإقامة (ح: ۲۰۰۸)/المنتخب من مسند عبد بن حمید، من مسند جابر بن عبداللّٰه (ح: ۱۰۰۸)/جامع الأصول: ۲۹۲/۵، انیس)

(۱) کتاب الصلاة، الباب الأول فی المواقیت وما یتصل بها، الفصل الأول فی أوقات الصلاة، انیس

(۲) کتاب الصلاة (ح: ۶۰۹)/(سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب فی وقت المغرب، ص: ۱۱۳، المکتبة العصریة صیدا بیروت (ح: ۴۱۸)/سنن ابن ماجة، کتاب الصلاة، باب وقت صلاة المغرب، ص: ۹۷ (ح: ۶۸۹)/ صحیح ابن خزیمة، باب التغلیظ فی تأخیر صلاة المغرب (ح: ۳۳۹)/مسند البزار عن العباس (ح: ۱۳۰۶)/معجم ابن الأعرابی عن العباس، باب ی (ح: ۳۹۴) انیس)

وفی القنية: يكره تأخير المغرب عند محمد فی رواية عن أبی حنيفة ولايكره فی رواية الحسن عنه مالم يغب الشفق، والأصح أنه يكره إلا من عذر كالسفر والكون على الأكل ونحوهما، إلخ، والذی اقتضته الأخبار كراهة التأخير إلیٰ ظهور النجوم وماقبله مسكوت عنه فهو على الإباحة. (۱)

یہ عین حکم شریعت کا ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۴۵)

حکم تاخیر کردن درنماز مغرب بماہ رمضان:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں پر مسجد میں روزہ افطاری کے لیے کھانا لایا جاتا ہے اور لوگ صحن میں اور برآمدہ میں افطاری کے لیے بیٹھتے ہیں، مغرب کی اذان کے ساتھ روزہ افطار کرکے کھانے لگتے ہیں، جس میں اکثر لوگ تو نیچے بیٹھ کے روزہ افطار کرتے ہیں اور کتنے حضرات چھت پر روزہ افطار کرتے ہیں، اذان ہونے کے بعد دس منٹ کا وقفہ کرکے جماعت نماز کے لیے کھڑی ہوتی ہے، جس میں ہر مصلی اطمینان سے افطاری سے فارغ ہوکر جماعت میں شامل ہوجاتا ہے؛ مگر چھت والے حضرات جماعت میں شامل نہیں ہوتے اور بیٹھے کھاتے رہتے ہیں، بیڑی پیتے ہیں، پان کھاتے ہیں، جب نیچے جماعت تمام ہوتی ہے، تب یہ حضرات چھت پر دوسری جماعت کرتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ چھت والے حضرات کا جماعت اولیٰ میں شامل نہ ہونا اور دیر تک کھاتے رہنا اور پھر دوسری جماعت کرنا، یہ ازروئے شرع جائز ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں جائز ہے تو ایسا کرنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

فی الدرالمختار، كتاب الصلاة: ”و(يستحب) تعجيل (مغرب مطلقًا) وتأخير قدر ركعتين يكره تنزيهًا“.

فی رد المحتار تحت هٰذاالقول: أن ما فی القنية من أثناء التأخير القليل محمول علیٰ ما دون الركعتين وأن الزائد على القليل على اشتباك النجوم مكروه تنزيهًا وما بعده تحريمًا إلا بعذر، قال فی شرح المنية والذی اقتضته الأخبار كراهة التاخير إلیٰ ظهور النجم وماقبله مسكوت عنه، فهو على الإباحة وإن كان المستحب التعجيل آه. ونحوه ماقدمناه عن الحلية. (۱/۳۸۲)(۲)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تاخیر مغرب کے تین درجہ ہیں:

---

(۱) غنية المستملی، ص: ۲۳۳، ظفير (فروع فی شرح الطحطاوی، انيس)

(۲) كتاب الصلاة، مطلب فی طلوع الشمس من مغربها، انيس

ایک درجہ تو دو رکعت سے کم یہ کسی کے نزدیک مکروہ نہیں۔

دوسرا درجہ بقدر دو رکعت کے، یا اس سے زائد قبل ظہور نجوم تک، یہ درمختار کی روایت پر مکروہ تنزیہی ہے اور شارح منیہ کی تحقیق پر مباح، مگر خلاف مستحب۔

اور تیسرا درجہ جس میں نجوم ظاہر ہو جاویں، یہ مکروہ تحریمی ہے تو دس منٹ سے زائد تاخیر کرنا امر مکروہ بھی نہ ہو، جیسا کہ بعض روایات کا مقتضیٰ ہے؛ تاہم ترکِ مستحب تو ضرور ہے اور ترک مستحب پر بلاضرورت دوام کرنا ایسا فعل ہے کہ بعض فقہا نے اس پر مکروہ تنزیہی کا اطلاق کیا ہے، چناں چہ ردالمحتار کی عبارت مذکورہ کے بعد ہی یہ عبارت ہے:

"أنه إلیٰ ماقبل ذلک مکروہ تنزیهًا لترک المستحب وهو التعجیل، تأمل". (۱)

اور یہ ترک مستحب اس وقت رہے گا جب جماعت تاخیر کرے اور اگر جماعت وقت مستحب میں کھڑی ہو جائے تو تخلف عن الجماعۃ بلا عذر قوی قریب حرام کے ہے اور اس قدر اشتغال اکل وشرب اور اس کے توابع میں اعذار ترک جماعت سے نہیں، پس ان لوگوں کا یہ فعل یقیناً شرعاً ناجائز ہے۔ (۲)

۹ر شوال ۱۳۳۷ھ (تتمہ خامسہ، ص: ۹۵) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۱۵۸-۱۶۰)

رمضان المبارک میں مغرب کی نماز کو تاخیر سے پڑھنا:

سوال: رمضان المبارک میں بعد اذان مغرب کے عموماً افطاری کی وجہ سے جماعت میں جو توقف ہوتا ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟ اور کس قدر وقفہ چاہیے؟

---

(۲) ردالمحتار، کتاب الصلاة، مطلب فی طلوع الشمس من مغربها: ۲/۲۹، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس
وبه یظهر أن کون ترک المستحب راجعا إلی خلاف الأولی لا یلزم منه أن یکون مکروها إلا بنهی خاص لأن الکراهة حکم شرعی فلا بد له من دلیل. (ردالمحتار، کتاب الصلاة: ۱/۶۵۳، دار الفکر بیروت)
اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مغرب کی جماعت میں وقت مستحب سے تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے؛ کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجیل کا حکم دیا ہے۔ انیس)

(۲) عن أبی هریرة رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: والذی نفسی بیده لقد هممت أن آمر بحطب فیحتطب ثم آمر بالصلاة فیؤذن لها ثم آمر رجلا فیؤم الناس ثم أخالف إلی رجال فأحرق علیهم بیوتهم والذی نفسی بیده لو یعلم أحدکم أنه یجد عظما سمینا أو مرماتین حسنتین لشهد العشاء. (مسند الشافعی، ومن کتاب الإمامة: ۱/۵۲، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس)

قال السندی: وفی الحدیث تهدید للمتخلفین عن الجماعة بالإحراق وفیه توبیخ وتقریع شدیدان. (مسند الشافعی بترتیب السندی، الباب السابع فی الجماعة وأحکام الإمامة: ۱/۱۰۱، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس)

الجواب

مغرب کی اذان اور اقامت میں اتصال نہ کرنا چاہیے، تھوڑا سا فرق ضروری ہے، مقدار فرق میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہونا چاہئے اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس قدر بیٹھنا چاہیے، جس قدر دو خطبوں کے درمیان بیٹھتے ہیں۔(۱)

اور رمضان المبارک میں اگر افطاری کی وجہ سے قدرے تاخیر بھی ہو جائے تو مضائقہ نہیں ہے، یہ تاخیر کسی کے انتظار کی نہیں ہے؛ بلکہ ایک واقعی ضرورت سے ہے، ہاں! زیادہ تاخیر نہ کی جائے۔ واللہ اعلم بالصواب (کفایت المفتی:۶۱/۳)

نماز مغرب میں تاخیر مکروہ ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علما دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز مغرب کو تاخیر سے پڑھنا، جب کہ ساری مساجد میں نماز ہو جائے، جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبدالخلیل محلّہ ابا خیل نوشہرہ، ۱۰/رمضان/۱۳۹۶ھ)

الجواب

مغرب میں زیادہ تاخیر (مقدار شفعہ) مکروہ ہے۔(فتح القدیر)(۲) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۱۶۹/۲)

(۱) أن العلماء اتفقوا علٰی أنه لایصل الاقامة بالأذان فی المغرب بل یفصل بینهما،لکنهم اختلفوا فی مقدار الفصل،فعند أبی حنیفة رحمه اللّٰه المستحب أن یفصل بینهما بسکتة یسکت قائمًا ساعة،ثم یقیم ومقدار السکتة عنده قدر مایتمکن فیه من قراء ة ثلٰث آیات قصار أو آیة طویلة...وعندهما یفصل بینهمابجلسة خفیفة مقدار الجلسة بین الخطبتین.(کذا فی الهدایة الأول،ص: ۷۳)(حاشیة الهدایة،باب الأذان: ۳۹/۱،ط: مکتبة شرکة علمیة، ملتان)(تحت قوله:ویجلس بین الأذان والإقامة إلا فی المغرب وهٰذا عند أبی حنیفة)

(ویجلس بین الأذان والإقامة إلا فی المغرب)وقالا:یجلس فی المغرب جلسة خفیفة لأن الفصل بینهما سنة فی سائر الصلوات إلا أنه یکتفی فی المغرب بالجلسة الخفیفة تحرزا عن التأخیر ولأبی حنیفة أن المستحب المبادرة وفی الجلسة التأخیر والفصل یحصل بالسکوت بینهما بمقدار ثلاث آیات وهو روایة الحسن عنه وکذلک یحصل باختلاف الموقف والنغمة.(الإختیار لتعلیل المختار،باب الأذان والإقامة: ۴۳/۱-۴۴،مطبعة الحلبی القاهرة)/کذا فی تبیین الحقائق،التأذین للفائتة: ۹۲/۱،بولاق القاهرة،انیس)

(۲) قال المرغینانی:وأول وقت المغرب إذاغربت الشمس وآخروقتها مالم یغیب الشفق.(الهدایة،کتاب الصلاة،باب المواقیت: ۴۰/۱،دارإحیاء التراث العربی بیروت،انیس)

قال ابن الهمام:ولذا قلنا أن تاخیر المغرب مطلقاً مکروه. (فتح القدیر،باب المواقیت: ۲۲۱/۱،دارالفکر بیروت،انیس)

روزہ افطار کے دس منٹ بعد جماعت کروانا:

سوال: ایک مولانا صاحب اذانِ مغرب (روزہ افطار) کے دس منٹ بعد جماعت کرواتے ہیں، صرف آدمی آرام سے کھانا کھالے، نماز مغرب میں اس قدر تاخیر کرنی چاہیے؟ کیا ان کا یہ عمل درست ہے؟

الجواب

افطار کے بعد دس منٹ کا وقفہ تو ہو ہی جاتا ہے، افطار کے بعد نماز میں اتنی تاخیر کرنی چاہیے کہ روزہ دار نماز میں شریک ہوسکیں۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۱۸/۳)

☆ ☆ ☆

(۱) وفي الحلية بعد كلام: والظاهر أن السنة فعل المغرب فوراً وبعده مباح إلىٰ اشتباك النجوم فيكره بلاعذر، آه، قلت: أي يكره تحريما. (ردالمحتار: ۳٦۸/۱، دارالفكر بيروت، انيس)

وصرح في القنية بأنها إلى اشتباك النجوم تحريمية. (النهر الفائق، كتاب الصلاة: ۱٦٤/۱، دارالكتب العلمية بيروت، انيس)

جماعت کے لیے امام، یا مقتدی کا انتظار کرنا

جماعت میں عجلت:

سوال: زید ایک مسجد کا امام ہے اور اس کا بھائی مؤذن ہے، یہ جامع مسجد ہے، نمازی زیادہ جمع ہوتے ہیں، امام ومؤذن نے جو اصول جماعت کا ٹھہرایا ہے، وہ خلاف مصلیان ہے، یہ کہ مؤذن نے اذان کہی، امام صاحب حاضر آئے، بمقدار چار رکعت توقف کیا، اس عرصہ میں دو چار آدمی آ گئے، نماز شروع کردی، نہ آئے، تب بھی شروع کردی اور اس مقدار معینہ پر نمازیوں کا جمع ہونا غیر ممکن ہے، اگر دس بارہ منٹ توقف کیا جاوے تو جمیع مصلین جمع ہوجاویں، اس کی تھوڑی دیر بعد لوگ جمع ہوکر ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، امام صاحب سے یہ کہا بھی گیا کہ پندرہ منٹ انتظار کیجئے کہ سب نمازی جماعت میں آجایا کریں؛ مگر وہ اپنی حرکت سے باز نہیں آتے، اس صورت میں اس امام کا کیا حکم ہے؟ اور جماعت ثانیہ کا کیا؟

الجواب

مؤذن وامام کو ایسی عجلت نہ کرنی چاہیے، جب کہ وقت نمازوں کا موسّع ہے تو کوئی وجہ ایسی عجلت کی نہیں ہے اور انتظار نمازیوں کا بہت ضروری ہے، نصف گھنٹہ کے توقف میں تقریباً یہ کام ہوسکتے ہیں، (یعنی استنجے وغیرہ سے فراغت) امام کو اس قدر توقف کرنا چاہیے اور نمازیوں کی رعایت کرنی چاہیے، اس خودرائی میں اور اہل محلّہ کا انتظار نہ کرنے میں امام کو بجائے ثواب کے گنہگار ہونے کا اندیشہ ہے۔(۱)

اہل محلّہ اس (امام) کو معزول بھی کرسکتے ہیں، اہل محلّہ اور نمازیوں کو چاہیے کہ اگر امام اس عجلت کو نہ چھوڑے تو اس کو موقوف کردیں اور دوسرا امام مقرر کرلیں، جماعت ثانیہ مکروہ ہے، اس کا ارتکاب ہرگز نہ کریں، امام کا انتظار کریں۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۶۵-۶۶)

(۱) (ویجلس بینهما) بقدر ما یحضر الملازمون مراعیاً لوقت الندب (إلافی المغرب) فیسکت قائماً قدر ثلاث آیات قصار، ویکره الوصل إجماعاً. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الأذان: ۱/۳۶۲، ظفیر)

(۲) (ویکره) أی تحریما لقول الکافی لا یجوز، والمجمع لا یباح وشرح الجامع الصغیر إنه بدعة کمافی رسالة السندی (تکرار الجماعة بأذان وإقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طریق أو مسجد لا إمام له). (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، دار الفکر بیروت، انیس)

جماعت میں تاخیر:

سوال: اس موضع میں ایک گلی کے اندر ایک چھوٹی سی مسجد ہے، جس میں صرف پانچ یا سات نمازی ہیں، اس مسجد میں پنجوقتہ جماعت کے لیے اوقات کی پابندی بالکل نہیں کی جاتی، عموماً انتہائی وقت پر نماز ہوتی ہے، جس میں بعض اوقات وقت کے فوت ہوجانے کا احتمال رہتا ہے، ورنہ کم سے کم جماعت کی فضیلت تو قطعی جاتی رہی، دسمبر اور جنوری کے مہینہ میں صبح کی نماز کا ۷/بجے سے تین چار منٹ پہلے سلام پھیرا جاتا ہے، جس وقت کہ سائل کے خیال میں سورج کا کنارہ شاید افق سے نمودار ہونے لگتا ہو، سرخی اور دن کی روشنی خوب اچھی طرح ظاہر ہوجاتی ہے، چنانچہ رحمت اللہ رعد کانپوری کی جنتری میں ۱۴/جنوری ۱۹۱۸ء کو چھ بج کر چھیالیس منٹ پر آفتاب کا طلوع ہونا لکھا ہے، ظہر کی نماز اکثر دو بجے یا دو بجے سے دو چار منٹ بعد اور دو بجے سے قبل بہت کم ہوتی ہے، ایسی صورت میں سائل جو اول وقت نماز پڑھنی چاہتا ہے، جماعت سے قبل نمازیوں کے جمع ہوچکنے پر اگر علاحدہ اپنی نماز پڑھ لیا کرے تو کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

ریلوے ٹائم کے مطابق جنتری موجودہ ومعمولہ مدرسہ ہذا میں ۱۴/جنوری کو ۷/بج کر ۲۱/منٹ پر طلوع آفتاب درج ہے؛ بلکہ ۳/جنوری سے ۱۸/جنوری تک یہی وقت طلوع آفتاب کا ہے اور جنتری مصدقہ ہے اور تجربہ اس کا سالہا سال سے ہے، (۱) اور اول وقت عصر کا ۱۴/جنوری کو ۴/بج کر ۱۳/منٹ پر ہے اور اس سے پہلے پہلے آخر وقت ظہر کا موافق مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے رہتا ہے، پس جو گھڑی ریلوے ٹائم سے ملی ہوئی ہے، اس میں اگر سات بجے تک جنوری میں صبح کی نماز پڑھی جاوے تو اس وقت تک صبح کی نماز کا وقت اچھا رہتا ہے، اسی طرح دو سوا دو بجے تک ظہر کا وقت بھی اچھا رہتا ہے، ایسی حالت میں ترکِ جماعت ہرگز درست نہیں ہے اور واضح ہو کہ حنفیہ کے نزدیک صبح کی نماز میں خوب اسفار؛ یعنی چاندنا کرکے نماز پڑھنا افضل ہے۔ (ھکذا فی الدر المختار) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۸/۳-۶۹)

(۱) حضرت مفتی علامؒ نے دیوبند کی جنتری کا حوالہ دیا ہے اور سوال کانپور کا ہے؛ اس لیے کانپور میں ساڑھے چھ بجے سے پہلے جماعت ختم ہوجانی چاہیے۔ ظفیر

(۲) یستحب الإسفار بالفجر لقوله علیه السلام: أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر. (الهداية شرح بداية المبتدی: كتاب الصلاة، باب المواقيت: ۷۸/۱، ظفير)

عن رافع بن خديج رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: اسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر. (مصنف ابن أبی شيبة، من كان ينور بها ويسفر ولا يری به بأسا (ح: ۳۲۴۲)/مسند الإمام أحمد، مسند رافع بن خديج (ح: ۱۷۲۸٦)/سنن الترمذی، باب ماجاء فی الإسفار بالفجر (ح: ۱٥٤)/الآحاد والمثانی، رافع بن خديج يكنی أبا عبد الله (ح: ۲۰۹۰)/السنن الكبریٰ للنسائی، الإسفار بالصبح (ح: ۱٥٤۲)/شرح معانی الآثار، باب الوقت الذی يصلی فيه الفجر أی وقت هو (ح: ۱۰٦٦)/(جامع الأصول: ۲٥۲/٥-۲٥۳) انيس)

اذان کے بعد جماعت میں تاخیر کی جائے، یا فوراً پڑھی جائے:

سوال: اذان کے بعد جماعت فوراً کھڑی ہو جائے یا انتظار کیا جائے؟

الجواب

اذان کے بعد جماعت کرنے میں وقت کی وسعت وقلت کا لحاظ کیا جائے اور نمازیوں کی رعایت کی جائے، جیسا موقعہ اور مصلحت ہو ویسا کیا جائے، شریعت میں اس کے لیے کچھ منٹ مقرر نہیں ہیں کہ اذان کے بعد اس قدر منٹ کے بعد جماعت ہونی چاہیے، بعض وقت وسیع ہیں، ان میں اس کے موافق عمل کیا جائے، بعض تنگ ہیں، ان میں اس کے موافق عمل کیا جائے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۲۴/۳-۳۲۵)

امام اور مقتدی کا انتظار درست ہے، یا نہیں:

سوال: کیا امام یا مقتدی کا دس پانچ منٹ انتظار کرنا درست ہے جبکہ جماعت کا وقت مقرر ہے؟

الجواب

جب کہ وقت میں گنجائش کافی ہے تو انتظار درست ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۹/۳)

مسجد میں پہنچ کر نماز سے پہلے کچھ دیر وقفہ کرنا کیسا ہے:

سوال: نمازیانِ مسجد آنے کے بعد کچھ دیر بیٹھ کر وقفہ کرتے ہیں، بلا انتظار کسی کے اور پھر نماز شروع کرتے ہیں، یہ فعل مستحسن ہے، یا نہیں؟

---

(۱) ويفصل بين الأذان والإقامة مقدار ركعتين أوأربع يقرأ في كل ركعة نحواً من عشر آيات، كذا في الزاهدي و الوصل بين الأذان والإقامة مكروه بالإتفاق ... ثم قال: وأما إذا كان في المغرب فالمستحب أن يسكت بسكتة يسكت قائماً مقدار مايتمكن من قراء ة ثلاث آيات قصار. (الفتاوىٰ الهندية: ٥٣/١، ط: مصر، جميل الرحمن) (الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما، انيس)

عن أبي بن كعب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا بلال اجعل بين أذانك وإقامتك نفس يفرغ الآكل من طعامه في مهل، ويقضي المتوضئ حاجته في مهل. (مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث المشايخ عن أبي بن كعب (ح: ٢١٢٨٥) ٢٠٧/٣٥، مؤسسة الرسالة، انيس)

(۲) عن جابر بن سمرة قال: كان بلال رضي الله عنه يؤذن ثم يمهل فإذا رأى النبي صلى الله عليه وسلم قد خرج أقام الصلاة. (سنن أبي داؤد، باب في المؤذن ينتظر الإمام: ٨٦/١) (كتاب الصلاة (ح: ٥٣٧) / مسند البزار، مسند جابر بن سمرة (ح: ٤٢٧١) / مستخرج أبي عوانة، بيان إباحة تأخير قيام الإمام في مقامه (ح: ١٣٤٩) انيس)

وينتظر المؤذن الناس. (الفتاوىٰ الهندية مصرى، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني: ٥٣/١، ظفير)

الجواب

مسجد میں آ کر انتظار کرنا جماعت کا اور نمازیوں کا موجب ثواب ہے اور ذکر کے واسطے بھی ثواب ہے، (۱) اور کوئی وقفہ مشروع نہیں۔ (۲) فقط

(مجموعہ رام پور، ص: ۸) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۶۷-۱۶۸)

کسی نمازی کا انتظار کرنا کیسا ہے:

سوال: ایک شخص جس کے شب و روز کا اکثر حصہ مسجد میں گذرتا ہے، اگر کبھی کبھی وہ نماز کے وقت مسجد سے باہر اپنے ذاتی کاروبار میں ایسا مشغول ہو جائے کہ اس کو نماز کے مقررہ وقت کا بالکل خیال نہ رہے (اور مسجد میں نماز گھڑی کے حساب سے مقررہ وقت پر ہوتی ہے) اور سب لوگ مسجد میں آ گئے اور نماز کا مقررہ وقت بھی ہو گیا تو کیا اس شخص کو اذان کے سوا دوسری بار پھر آگاہ کرنا چاہیے، یا نہیں؟ اور اس کے انتظار میں جماعت میں تاخیر کرنا درست ہے، یا نہیں؟ اور اس تاخیر سے جماعت میں کسی طرح کی کراہت آئے گی، یا نہیں؟

الجواب

دوبارہ آگاہ کر دینے میں بصورت مذکورہ کچھ حرج نہیں اور اگر اس کی، یا کسی دوسرے کی وجہ سے جماعت میں اس قدر تاخیر ہو جائے کہ وقت مکروہ اور دوسرے نمازیوں کو تکلیف نہ ہو تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں۔ (۳) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/ ۴۷)

---

(۱) عن عبد اللّٰه بن عمر أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم شغل عنها لیلة فأخرها حتی رقدنا فی المسجد ثم استیقظنا ثم رقدنا ثم استیقظنا ثم خرج علینا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ثم قال: لیس أحد من أهل الأرض ینتظر الصلاة غیرکم. (صحیح البخاری، باب النوم قبل العشاء لمن غلب (ح: ۵۷۰) انیس)

عن أبی رافع عن أبی هریرة أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: لا یزال العبد فی صلاة ما کان فی مصلاه ینتظر الصلاة وتقول الملائکة: اللّٰهم اغفرله، اللّٰهم ارحمه، حتی ینصرف أو یحدث، قلت: ما یحدث؟ قال: یفسو أو یضرط. (الصحیح لمسلم، باب فضل صلاة الجماعة وانتظار الصلاة (ح: ۶۴۹) انیس)

(۲) اذان اور جماعت کے دوران وقفہ کی مقدار شریعت میں متعین نہیں ہے، یہ لوگوں کے احوال پر موقوف ہے، اتنی مقدار وقفہ مشروع ہے، جس میں پیشاب و پاخانہ سے فارغ ہو کر وضو کر لے، یا بھوکا کھانا کھا لے، یا پیاسا پانی پی لے۔ انیس

(۳) والتثویب حسن عند المتأخرین، إلخ، وینتظر المؤذن الناس، إلخ. (الفتاویٰ الهندیة: ۱/ ۵۳، جمیل الرحمن) (الباب الثانی فی الأذان، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامة وکیفیتهما، انیس)

وأما المتأخرون فاستحسنوا التثویب فی جمیع الصلوات لأن الناس قد ازدادبهم الغفلة وقلما یقومون عند سماع الأذان فیستحسن التثویب للمبالغة فی الإعلام ومثل هذا یختلف باختلاف أحوال الناس. (المبسوط للسرخسی، قبیل الأذان والإقامة علی غیر وضوء: ۱/ ۱۳۱، دار المعرفة بیروت، انیس)

جماعت کے وقت کوئی سنت پڑھ رہا ہو تو امام انتظار کرے، یا نہیں:

سوال: ظہر کی نماز دو بجے ہوتی ہے، ابھی دو بجنے میں دو تین منٹ باقی تھے کہ ایک شخص نے ظہر کی سنتوں کی نیت باندھ لی، تیسری رکعت میں دو بج گئے، اس صورت میں کیا امام کو اتنی تاخیر کرنے کی اجازت ہے، یا نہیں کہ وہ شخص چار رکعتیں پوری کر لے؟

الجواب

اجازت اس قدر کی ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۷/۳)

امام مقرر مقتدی کے نہ آنے کی وجہ سے تنہا نماز پڑھے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک مسجد جو آبادی سے فاصلہ پر ہے اور اسی لیے اس مسجد میں اکثر جماعت نہیں ہوتی تو کیا خالد کو (جو کہ امام مقرر ہے) اس صورت میں نماز وہاں پڑھنے سے ترک جماعت کا گناہ تو نہ ہوگا؟

الجواب

اس صورت میں ترک جماعت کا گناہ خالد پر نہیں ہے؛ بلکہ جب کوئی نہ آوے تو خالد اذان و اقامت کہہ کر تنہا نماز پڑھ لیا کرے، اس میں جماعت کا ثواب اس کو حاصل ہوگا اور مسجد کا بھی حق ادا ہوگا۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۳/۳)

وقت مقررہ پر امام نہ پہنچے تو کیا کیا جاوے:

سوال: جس جگہ امام مقرر ہے اور نماز کا وقت بھی مقرر ہے، اگر امام کسی وجہ سے وقت پر نہ آوے تو کیا کیا جاوے؟

(۱) عن جابر بن سمرة قال: كان مؤذن رسول الله صلى الله عليه وسلم يمهل فلايقيم حتىٰ إذا رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم قد خرج أقام الصلاة حين يراه.(سنن أبي داؤد، باب في المؤذن ينتظر الإمام: ٨٦/١)(كتاب الصلاة (ح: ٥٣٧)/مسند البزار، مسند جابر بن سمرة(ح: ٤٢٧١)/مستخرج أبي عوانة، بيان إباحةتأخيرقيام الإمام في مقامه(ح: ١٣٤٩)/(جامع الأصول: ٢٩٣/٥)وقال الحاكم صحيح علىٰ شرط مسلم وأقره عليه الذهبي، انيس)

والتثويب حسن عند المتأخرين، إلخ، وينتظر المؤذن الناس، إلخ.(الفتاوىٰ الهندية: ٥٣/١، جميل الرحمن) (الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامةو كيفيتهما، انيس)

(۲) بل في الخانية: لولم يكن لمسجد منزله مؤذن فإنه يذهب إليه ويؤذن فيه ويصلي ولوكان وحده لأن له حقاً عليه فهويؤديه.(ردالمحتار، باب مايفسد الصلاةومايكره فيها، مطلب في أحكام المسجد: ٦١٧/١، ظفير)

وإن كان أهل مسجده لم يصلوا فيه فقد اختلف المشايخ فيه بعضهم قالوا: إن خرج ليصلي في مسجد حيه فلا بأس فيه، لأن لمسجد حيه عليه حقا وإن صلى في ذلك فلا بأس به، والأفضل أن يصلي في ذلك المسجد لما ذكرنا.(المحيط البرهاني، الفصل الحادي والعشرون في التطوع قبل الفرض: ٤٥٥/١، دارالفكر بيروت، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــ

ایسی حالت میں جب تک مناسب ہو اور مقتدیان حاضرین کو وقت ہو، امام کا انتظار کیا جاوے،(۱) اور جب کہ حاضرین کا حرج ہو، انتظار نہ کرنا بھی درست ہے اور گنجائش انتظار کی اس وقت تک ہے کہ وقت مکروہ نہ ہو۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۲۹۰)

اذان کے بعد جماعت کے واسطے انتظار، مقتدی کا امام پر حکم کرنا:

سوال (۱) اذان کے بعد جماعت کے واسطے کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کتنی دیر انتظار کرنا چاہیے؟

(۲)　امام پر مقتدی کو حکم کرنا اور ذلیل سمجھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

(۱)　اتنی دیر کہ وقت مکروہ داخل نہ ہو اور جماعت کے پابند لوگ آجائیں، نیز جو شروع میں آچکے ہیں، ان کو گرانی نہ ہو۔(۳)

---

(۱)　عن جابر بن سمرة قال: كان مؤذن رسول الله صلى الله عليه وسلم يمهل فلا يقيم حتىٰ إذا رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم قد خرج أقام الصلاة حين يراه. (سنن أبي داؤد، باب في المؤذن ينتظر الإمام: ٨٦/١)(كتاب الصلاة (ح:٥٣٧)/مسند البزار، مسند جابر بن سمرة(ح: ٤٢٧١)/مستخرج أبي عوانة، بيان إباحة تأخير قيام الإمام في مقامه(ح: ١٣٤٩)/(جامع الأصول: ٢٩٣/٥) /المستدرك للحاكم، باب في فضل الصلوات الخمس: ٣١٨/١ (ح:٧٢٣) وقال: هذا حديث صحيح علىٰ شرط مسلم لم يخرجاه وأقره عليه الذهبي، ط: دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

ينتظر المؤذن الناس ويقيم للضيف المستعجل ولا ينتظر رئيس المحله وكبيرها، كذا في معراج الدراية. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما: ٥٧/١، انيس)

(۲)　ويجلس بينهما بقدر ما يحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب إلا في المغرب، إلخ. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الأذان: ٣٨٩/١، ظفير)

(۳)　عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لبلال: يا بلال! إذا أذنت فترسل في أذانك وإذا أقمت فاحدر واجعل بين أذانك وإقامتك قدر ما يفرغ الآكل من أكله والشارب من شربه والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته ولا تقوموا حتى تروني. (سنن الترمذي، باب ماجاء في الترسل في الأذان (ح:١٩٥)/ السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب ترسيل الأذان وحذم الإقامة (ح: ٢٠٠٨)/المنتخب من مسند عبد بن حميد، من مسند جابر بن عبدالله (ح: ١٠٠٨)/انيس)/جامع الأصول: ٢٩٢/٥)وهذا حديث حسن، كذا في إعلاء السنن: ١١١/٢) قال الحاكم: هذا حديث ليس في إسناده مطعون فيه غير عمرو بن فائد والباقون شيوخ البصرة وهذه سنة غريبة لا أعرف لها إسنادا غير هذا ولم يخرجاه. (المستدرك على الصحيحين للحاكم، باب في فضل الصلوات الخمس: ٣٢٠/١، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

==

(۲) امام پر حکومت کرنا اوران کو ذلیل سمجھنا ناجائز ہے،(۱) اگر امام میں کوئی بات خلافِ شرع ہو تو اس کو تنہائی میں نرمی سے سمجھا دیا جائے؛ تاکہ امام اپنی اصلاح کر لے اور امام کے ذمہ بھی ضروری ہے کہ حد شرع میں رہتے ہوئے مقتدیوں کی رعایت کرے اور جو بات اس میں خلافِ شرع ہو، اس سے تائب ہو جائے اور اپنی بات پر بلا وجہ ضد اور اصرار نہ کرے اور کسی کو وہ خود بھی ذلیل نہ سمجھے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۸/۶/۲۹ھ۔

جوابات صحیح ہیں: عبد الرحمٰن غفرلہ، ۱۳۵۸/۶/۲۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۹۷/۵-۳۹۸)

عیدین کی نماز کے لیے مصلیان کا کب تک انتظار کیا جائے:

سوال: نماز عیدین میں تقریباً ایک سو آدمی وضو کر کے تیار تھے اور بہت سے آدمی وضو کر رہے تھے، راستہ وغیرہ میں تھے، لوگوں نے ہنگامہ کیا کہ زوال کا وقت ہو جائے گا، نماز خراب ہوگی، غرضیکہ نماز پڑھ لی گئی اور راستہ والے و وضو کرنے والے نماز سے محروم رہے تو جو وضو کر رہا ہو اور راستہ میں ہو، اس کا انتظار کیا جانا چاہیے، یا نہیں؟

== "ويجلس ما بينهما بقدر ما يحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۸۹/۱، سعيد)

"ينبغي أن يؤذن في أول الوقت ويقيم في وسطه حتى يفرغ المتوضئ من وضوئه والمصلي من صلاته والمعتصر من قضاء حاجته". (الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في بيان كلمات الأذان و الاقامة: ۵۷/۱، رشيدية)

وفي فتاوى الحجة: ولو أخر المؤذن الإقامة ليحضر أهل المسجد جاز ... فالحاصل أن التأخير القليل لإعانة أهل الخير غير مكروه، فلا بأس بأن ينتظر الامام انتظارًا أوسطاً. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، باب الأذان، نوع آخر في أذان المحدث والجنب، وبيان مايكره أذانه ومن لايكره: ۵۲۰/۱، إدارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراچی) (رقم المسئلة: ۱۹۸۵، انيس)

(۱) وقوله تعالى: ﴿إني جاعلك للناس إماماً﴾ (سورة البقرة: ۱۲۴)

"فإن الإمام من يؤتم به في أمور الدين من طريق النبوة وكذلك سائر الأنبياء أئمة عليهم السلام لما أنزل الله تعالى الناس من اتباعهم والائتمام بهم في أمور دينهم؛ فالخلفاء أئمة لأنهم رتبوا في المحل الذي يلزم الناس اتباعهم و قبول قولهم و أحكامهم والقضاة والفقهاء أئمة أيضاً، ولهذا المعنى الذي يصلي بالناس يسمى إماماً؛ لأن من دخل في صلاته لزمه الاتباع له والائتمام به آه"... وإذا ثبت إسم الإمامة يتناول ما ذكرناه، فالأنبياء عليهم السلام في أعلى رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون بعد ذلك، ثم العلماء والقضاه العدول، ومن ألزم الله تعالى الاقتداء بهم، ثم الإمامة في الصلاة ونحوها". (أحكام القرآن للجصاص: ۶۸/۱-۶۹، دار الكتب العلمية، بيروت) (باب في نسخ القرآن بالسنة وذكر وجوه النسخ، آيت إني جاعلك للناس إماماً، انيس)

الجواب ________________ وباللّٰہ التوفیق

دوپہر سے پہلے عیدین کی نماز ہوجانی چاہیے، اتنا انتظار جائز ہے کہ نماز کا وقت ضائع نہ ہو، مقتدیوں کو لازم ہے کہ نماز کے مقررہ وقت سے پہلے حاضر ہوں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۱/۸/۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۲۵۵)

کسی فرد کے لیے جماعت میں تاخیر جائز نہیں:

سوال: اکثر جہال متولیان امام عالم پر حکومت کرتے ہیں، مثلا: نماز کے اوقات مقررہ کے وقت پر جب امام نماز شروع کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو متولی کہتا ہے کہ امام صاحب ذرا ٹھہریئے، فلاں نہیں آیا، کیا یہ انتظار جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(۱) (ووقتها من الارتفاع)... (إلى الزوال)... (فلو زالت الشمس وهو فى أثنائها فسدت). (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب العيدين: ۳/۵۲-۵۳)

وفى النوازل: إمام صلى بالناس صلاة العيد ثم علم أنه على غير وضوء إن علم قبل الزوال يعيد فى العيدين لأن الوقت باقى وإن علم بعد الزوال يخرج فى العيدين من الغد لأنه تأخير بعذر، وإن علم فى الغد بعد الزوال ففى الأضحى يخرج فى اليوم الثالث لأن الوقت باقى وفى عيد الفطر لا، لأن الوقت لم يبق فإن علم فى اليوم الأول بعد الزوال وكان عيد الأضحى وقد كان ذبح الناس يجزىء من ذبح. (المحيط البرهانى، الفصل السادس والعشرون فى صلاة العيدين: ۲/۱۱۳، دار الفكر بيروت، انيس)

ويستحب فى يوم الفطر أن يطعم الإنسان قبل الخروج إلى المصلى ويغتسل ويتطيب ويتوجه إلى المصلى ولا يكبر فى طريق المصلى عند أبى حنيفة وعندهما يكبر ولا يتنفل فى المصلى قبل صلاة العيد فإذا حلت الصلاة من ارتفاع الشمس دخل وقتها إلى الزوال فإذا زالت الشمس خرج وقتها، الخ. (مختصر القدورى، باب صلاة العيدين: ٤١، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(ووقت الصلاة من ارتفاع الشمس إلى زوالها) لأن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم كان يصلى العيد والشمس على قدر رمح أو رمحين ولما شهدوا عنده بالهلال بعد الزوال صلى العيد من الغد ولو بقى وقتها لما أخرها. (الإختيار لتعليل المختار، فصل ما يستحب فى يوم الفطر وفى يوم الأضحى: ١/٨٦، مطبعة الحلبى، انيس)

عن على أنه رآهم يصلون الضحى عند طلوع الشمس فقال: هلا تركوها حتى إذا كانت الشمس قدر رمح أو رمحين صلوها فتلك صلاة الأوابين. (مصنف ابن أبى شيبة، أى ساعة تصلى الضحى (ح: ٧٨٠٢) انيس)

عن قتادة عن أنس عن عمومة له شهدوا عند النبى صلى اللّٰه عليه وسلم على رؤية الهلال فأمر الناس أن يفطروا وأن يخرجوا إلى عيدهم من الغد. (مسند الإمام أحمد، مسند أنس بن مالك (ح: ١٣٩٧٤) انيس)

عن أبى عمير بن أنس عن عمومة له أن قوما رأوا الهلال فأتوا النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فأمرهم أن يفطروا بعد ما ارتفع النهار وأن يخرجوا إلى العيد من الغد. (السنن الكبرىٰ للنسائى، فوت وقت العيد (ح: ١٧٦٨)/ سنن النسائى، باب الخروج إلى العيدين من الغد (ح: ١٥٥٧) انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملہم الصواب

نمازیوں کے اجتماع کے بعد کسی فرد کے انتظار میں جماعت میں تاخیر کرنا جائز نہیں،(۱) البتہ کوئی شخص شریر ہو اور اس سے خطرہ ہو تو اس کے شر سے بچنے کے لیے تاخیر کی جا سکتی ہے۔

قال ابن عابدين: فلو انتظر قبل الصلاة ففى أذان البزازية: لو انتظر الإقامة ليدرك الناس الجماعة لا يجوز لواحد بعد الاجتماع إلا إذا كان داعرًا شريرًا، آه. (۲) فقط و اللّٰه تعالىٰ أعلم

۲۹/صفر ۱۳۸۸ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/۳۰۵-۳۰۶)

(۱) عن عمرو بن ميمون الأودى قال: قدم علينا معاذ بن جبل اليمن رسول رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إلينا، قال: فسمعت تكبيره مع الفجر رجل أجش الصوت قال: فألقيت عليه محبتى فما فارقته حتى دفنته بالشام ميتا ثم نظرت إلى أفقه الناس بعده فأتيت ابن مسعود فلزمته حت مات، فقال: قال لى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: كيف بكم إذا أتت عليكم أمراء يصلون الصلاة لغير ميقاتها ؟ قلت: فما تأمرنى إن أدركنى ذلك يارسول اللّٰه ! قال: صل الصلاة لميقاتها واجعل صلاتك معهم سبحة .(سنن أبى داؤد، باب إذا الإمام الصلاة عن الوقت (ح: ٤٣٧) ص: ٧١، بيت الأفكار)/ صحيح ابن حبان، ذكر الأمر للمرء أن يصلى الصلاة لميقاتها إذا أخرها إمامه عن وقتها ثم يصلى معه سبحة له (ح: ١٤٨١)/ السنن الكبرىٰ للبيهقى، باب الإمام يؤخر الصلاة والقوم يخافون سطوته (ح: ٥٣١٦)/إسناده صحيح علىٰ شرط مسلم. (جمع الفوائد، ص: ٢٦٥، كتاب الصلاة، أحكام الجماعة والإمام والمأموم (ح: ١٧٣٢)١/٢٨٥، مكتبة ابن كثير، انيس)

عن الأسود وعلقمة قالا: أتينا عبداللّٰه بن مسعود فى داره فقال: أ صلى هؤلاء خلفكم؟ فقلنا: لا، قال: فقوموا فصلوا فلم يأمرنا بأذان ولا إقامة قال: وذهبنا لنقوم خلفه فأخذ بأيدينا فجعل أحدنا عن يمينه والآخر عن شماله قال: فلما ركع وضعنا أيدينا على ركبنا، قال: فضرب أيدينا وطبق بين كفيه ثم أدخلهما بين فخذيه قال: فلما صلى قال: إنه ستكون عليكم أمراء يؤخرون الصلاة عن ميقاتها ويخنقونها إلى شرق الموتىٰ فإذا رأيتموهم قد فعلوا ذلك فصلوا الصلاة لميقاتها واجعلوا صلاتكم معهم سبحة وإذا كنتم ثلاثة فصلوا جميعا وإذا كنتم أكثر من ذلك فليؤمكم أحدكم وإذا ركع أحدكم فليفرش ذراعيه على فخذيه وليجنأ وليطبق بين كفيه فكأنى أنظر إلى اختلاف أصابع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فأراهم. (الصحيح لمسلم، باب الندب إلى وضع الأيدى على الركب فى الركوع ونسخ التطبيق(ح: ٥٣٤) انيس)

عن أبى ذر قال: لقيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وهو يتوضأ يحرك رأسه كهيئة التعجب، قلت: يا رسول اللّٰه ! ماذا يعجب منه؟ قال: ناس من أمتى يميتون الصلاة، قلت: وما إماتتهم إياها؟ قال: يؤخرونها عن وقتها قلت: فما تأمرنى إن أدركت ذلك؟ قال: صل الصلاة لميقاتها واجعل صلاتك معهم سبحة. (مسند الشاميين، ابن ثوبان عن أبيه (ح: ٢١٣)/مسند البزار، أبو العالية البراء عن عبداللّٰه بن الصامت عن أبى ذر (ح: ٣٩٥٢)/مسند السراج، باب ماجاء فى التأخير للصلاة عن وقتها (ح: ١١٨٠) انيس)

(۲) ردالمحتار: ٤٦٢/١ (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب فى إطالة الركوع للجائى، انيس)

نماز میں رئیس محلّہ کا انتظار کرنا:

سوال: ہمارے محلّہ میں ایک رئیس رہتا ہے، جب تک وہ مسجد میں نہ آئے، اس وقت تک امام صاحب نماز نہیں پڑھاتے؛ بلکہ اس کا انتظار کرتے رہتے ہیں، عموماً اس کے آنے کا مکمل یقین بھی نہیں ہوتا تو کیا شریعت میں نماز باجماعت کے لیے کسی کا انتظار کرنا جائز ہے، یا نہیں ؟

الجواب ــــــــــــــــ

اگر کوئی شخص ضعیف و کمزور ہو اور مسجد میں ہمیشہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہو تو اس کے لیے انتظار کیا جاسکتا ہے؛ لیکن کسی رئیس محلّہ کے لئے انتظار کی گنجائش نہیں، (۳) البتہ اگر اس سے شر کا خطرہ ہو تو وقت کا لحاظ رکھتے ہوئے انتظار کیا جاسکتا ہے۔

قال الحصکفی: رئیس المحلة لاینتظر مالم یکن شریرًا و الوقت متسع. (الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار، باب الأذان: ۱/ ۴۰۰) (۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳/ ۱۳۰)

جماعت میں شریر کی رعایت:

سوال: امام مسجد کسی کی رعایت کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

فقہا نے لکھا ہے کہ بعض مواقع میں کسی شریر شخص کی بھی امام رعایت کرسکتا ہے، جب کہ اس سے کسی فساد کا اندیشہ ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/ ۶۸)

☆ ☆ ☆

---

(۳) تقدم حدیث عبدالله بن مسعود. انیس

(۱) ینتظر المؤذن الناس ویقیم للضعیف المستعجل ولاینتظر رئیس المحلة وکبیرها، کذا فی معراج الدرایة. (الفتاوی الهندیة، باب الأذان: ۱/ ۵۷) (الباب الثانی فی الأذان، الفصل الثانی فی الأذان والإقامة وکیفیتهما، انیس)

(۲) رئیس المحلة لاینتظر مالم یکن شریراً والوقت متسع. (الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار، باب الأذان: ۱/ ۴۰۰، دار الفکر بیروت، ظفیر)

مسجد کے تہ خانہ، یابالائی منزل پر جماعت

مسجد کی چھت پر بلاضرورت جماعت کرنا مکروہ ہے:

سوال: بوجہ گرمی امام دالان مسجد اور صحن مسجد کو چھوڑ کر مسجد کی چھت پر جا کر جماعت کرے تو اس کا یہ طرز عمل ازروئے شرع شریف صحیح ہوگا، یا خلاف؟ اور نماز ایسی صورت میں ہوجاوے گی، یا دوبارہ پڑھنی پڑے گی؟ اس کا جواب باصواب بالتشریح مع حوالہ جات تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز صحیح تو ہوجاوے گی، دوبارہ پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں؛ مگر بلاضرورت مسجد کی چھت پر جانا اور نماز پڑھنا مکروہ ہے، اس واسطے اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

كما قال العلامة الشامي:(تحت قول التنوير :والوطء فوقه): ... ثم رأيت القهستاني نقل عن المفيد: كراهة الصعود على سطح المسجد،آه،ويلزمه كراهة الصلاة أيضًا فوقه،فليتأمل.(۱)

اور گرمی کی شدت بھی ضرورت اور عذر میں داخل ہے، یانہیں؟ اس کی تصریح نہیں ملی؛ مگر بظاہر عذر نہیں معلوم ہوتا؛(۲) اس لیے احقر کے نزدیک چھت پر جماعت کرنا مکروہ ہے۔ وهو الأحوط والله أعلم وعلمه أتم وأحكم

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ، ۲۱ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ۔ (امدادالاحکام: ۲/۱۵۷)

مسجد کے حجرے کی چھت پر جماعت:

سوال: رمضان شریف میں اگر گرمی کے باعث حجرہ مسجد کی چھت پر عشا کی جماعت کرائی جائے تو جائز ہے، یانہیں؟

---

(۱) ردالمحتار،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها،مطلب في أحكام المسجد: ۲/۴۲۸،دار الكتب العلمية،انيس
والكلام مشعر بأنه لا يكره الصعود على سطح المسجد لكن في المفيد أنه مكروه إلا إذا ضاق.(جامع الرموز للقهستاني، كتاب الصلاة،فصل: يفسدها أي يبطل الصلاة: ۱/۸۹،منشي نولكشور لكناؤ،انيس)

(۲) فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"الصعود على سطح كل مسجد مكروه ولهذا إذا اشتد الحر يكره أن يصلوا بالجماعة فوقه إلا إذا ضاق المسجد فحينئذ لا يكره الصعود على سطحه للضرورة، كذا في الغرائب". (الفتاوىٰ الهندية،الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة: ۵/۳۲۲،دار الفكر بيروت،انيس)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

نماز ہو جاتی ہے؛ مگر ثواب مسجد کا نہ ملے گا۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۵۷)

مسجد کے نیچے اور اوپر والے حصہ میں نماز کا حکم:

سوال (۱) مسجد میں نیچے نماز پڑھنا بہتر ہے، یا اوپر؟ چند نمازی کہتے ہیں کہ جب اوپر بھی با قاعدہ مسجد ومحراب بنی ہوئی ہے تو اوپر بھی نماز پڑھنے کا ثواب اتنا ہی ہے، جتنا نیچے کا؟

بڑی جماعت میں دروں کے بیچ میں نماز پڑھنا:

(۲) بڑی جماعت میں تیسری، یا چوتھی صف میں لوگ جگہ کم ہونے کی وجہ سے دروں کے بیچ میں نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں، کیا ان لوگوں کی نماز ہو جاتی ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

(۱) اگر اوپر بھی مسجد بنی ہوئی ہے تو نیچے، یا اوپر نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر اوپر مسجد نہ بنی ہو؛ یعنی محراب نہ ہو تو فرض کی جماعت نیچے پڑھیں، سنتیں اور نوافل اوپر پڑھ سکتے ہیں۔(۲)

(۲) دروں کے درمیان کھڑے ہونے والوں کی نماز ہو جاتی ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی:۳/۱۴۶)

اگر مسجد میں امام کے نیچے کی منزل خالی ہو:

سوال: مسجد کے نیچے دو ایک منزل مکان ہے اور امام کے کھڑے ہونے کی جگہ ٹھوس نہیں ہے؛ بلکہ خالی ہے، اس میں کچھ حرج ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر امام کی جگہ نیچے سے خالی ہو تو کچھ حرج نہیں ہے، ٹھوس ہونا اس جگہ کا ضروری نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۱۶۶)

---

(۱) عن عبد اللّٰه بن مسعود قال: إن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم علمنا سنن الهدیٰ وإن من سنن الهدیٰ الصلاة في المسجد الذي يؤذن فيه. (مشكوة، كتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها، رقم الحديث: ۱۰۷، ص: ۹۶، ظفير)

(۲) الصعود علیٰ سطح كل مسجد مكروه ولهٰذا إذا أشتد الحر يكره أن يصلوا بالجماعة فوقه إلا إذا ضاق المسجد فحينئذٍ لا يكره الصعود علیٰ سطحه للضرورة. (الفتاویٰ الهندية، الباب الخامس في آداب المسجد: ۵/۳۲۲، سعيد)

(۳) والاصطفاف بين الأسطوانتين غير مكروه؛ لأنه صف في حق كل فريق. (مبسوط السرخسي، باب الجمعة: ۲/۳۵، دار المعرفة بيروت)